www.urducouncil.nic.in

مئی 2026 ، قیمت :- 15 ₹

ماهنامه

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly **BACHON KI DUNIYA**, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا نئی دہلی

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

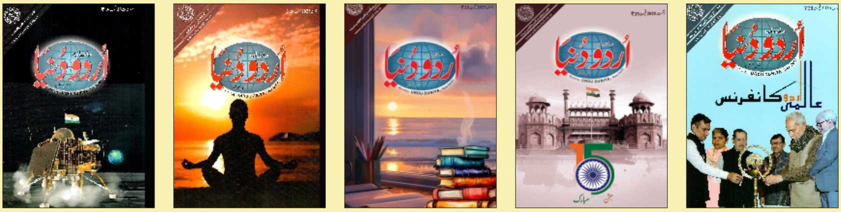

اس رسالے میں علم و ادب، تاریخ، تہذیب، صحافت، سائنس، سماجیات، تراجم سے متعلق اہم مضامین اور نئی کتابوں پر تبصرے شامل کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کونسل کی سرگرمی اور دنیائے علم و ادب اور تہذیب و ثقافت سے متعلق ’خبرنامہ‘ بھی پیش کیا جاتا ہے۔

فی شمارہ: 25 روپے، سالانہ: 240 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ۔ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندوستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہم سے رابطہ کیجیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

جلد: 14 شمارہ : 05 مئی 2026

مدیر : ڈاکٹر شمس اقبال

مدیر منتظم : ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی

نائب مدیر : نہاں

معاون مدیر : ڈاکٹر فیضان الحق

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارتِ تعلیم ۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،

جسولہ، نئی دہلی-110025

فون: 35151992

شعبہ ادارت: 35152009

ای میل

bachonkiduniya@ncpul.in

editor@ncpul.in

ویب سائٹ

http://www.urducouncil.nic.in

مطبع: میکاف پرنٹرس، B-127، سیکٹر 65، نوئیڈا- 201301 (یوپی)

قیمت: -/15 روپے، سالانہ : -/145 روپے

قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل

اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت

ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم

نئی دہلی- 110066

فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس

بلاک نمبر 5-1، پتھرگٹی، حیدرآباد- 500002

فون: 040-24415194

اس شمارے میں

اداریہ — مدیر — 04

ڈاک خانہ — قارئین — 05

مضامین

بہادر بچوں کے کارنامے — خواجہ عبدالمنتقم — 07

ذمہ دار شہری بننے کے رہنما اصول اور بچے — نوی رضا خان — 10

بدلتا دور اور بچے — احتشام تمیز — 14

نظمیں

گلشن ہندوستاں — کوثر صدیقی — 18

بچوں کی دنیا — محمد توقیر عالم نظمی — 19

دلی — نظیر راہی — 20

میں گرمی ہوں — علی شاہد دلکش — 21

سیر سپاٹے کا دن — غالب ایاز — 22

مسکائے چاند — ولی محمد قاضی — 23

کہانی بچوں کی — رام — 24

ٹھنڈی چھاؤں — طارق حبیب — 25

کہانیاں

نئی کالونی — ادریس صدیقی — 26

بوڑھا گدھ — انیس اعظمی — 29

بس پانچ منٹ — یاسمین اختر — 32

حوصلے کی چمک — مصباح انصاری — 35

ماں — انور ہادی جنیدی — 39

ڈراما

ایک روپیہ فی مکان — اظہر افسر — 42

باتصویر کہانی

دوسرا آدمی (قسط 2) — قاسم خورشید — 45

رہن سہن

کچن گارڈن کی تیاری — نسیم سعید — 51

کھیل/کھلاڑی

20-20 عالمی کپ 2026 میں ہندوستان کی شاندار فتح — عمران احمد — 54

تعارف و تبصرہ

میں ہی مالک میں ہی نوکر — اعجاز علی ارشد/ محمد عارف — 57

جنرل نالج

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات — ادارہ — 59

ننھے فنکار

پینٹنگ — 60

نئی روشنی

پیارے بچو!

تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے، اس سے تعلیم میں روشنی اور چمک پیدا ہوتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ انسان خود کو دنیا کے سامنے کس طرح پیش کرے اس کا سلیقہ تربیت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ تربیت کے بغیر تعلیم کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

کامیاب لوگوں نے جتنی توجہ تعلیم پر دی اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ توجہ تربیت پر دی۔ نتیجتاً انھوں نے سماج پر ایک مثبت اثر ڈالا اور دنیا کو بھرپور فائدہ پہنچایا۔

آسان لفظوں میں کہا جائے تو تربیت کا مطلب ہے نکھارنا اور سنوارنا۔ جس طرح لذیذ کھانا ایک الگ چیز ہے اور خوبصورت برتن میں سلیقے سے سجا کر اسے پیش کرنا بالکل مختلف چیز۔ یعنی کھانا کتنا ہی لذیذ اور عمدہ ہو اگر اس کو سلیقے سے نہ پیش کیا جائے تو کھانے کی عمدگی کا اثر بھی کہیں نہ کہیں ختم ہونے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح انسان کا بھی معاملہ ہے کہ اگر وہ تعلیم کے ساتھ تربیت کے ذریعے خود کو سنوار کر پیش نہ کرے تو اس کی حقیقی خوبصورتی نمایاں نہیں ہو سکتی۔

تربیت دراصل پوری شخصیت کے ارتقا کا نام ہے، جس میں اخلاق، کردار، محبت، شفقت، زبان، تہذیب اور طور طریقے وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس میں کچھ چیزیں پوشیدہ ہوتی ہیں کچھ ظاہری۔ جن کا اظہار لوگوں سے میل جول، بات چیت اور معاملات میں پورے طور پر ہوتا ہے اور پھر اسی سے انسان کے پڑھے لکھے اور مہذب ہونے کا مکمل طور پر اندازہ لگانا ممکن ہو پاتا ہے۔

اسی لیے ہمیں تعلیم پر توجہ دینے کے ساتھ تربیت پر بھی حد درجہ توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اپنے علم سے اپنی ذات کو بھی فائدہ پہنچائیں اور سماج کے تمام لوگوں کے لیے مفید ثابت ہوں۔ اس کے لیے ہمیں اپنے گھر سے ہی شروعات کرنی ہوگی کیوں کہ گھر ایک بڑے سماج کا چھوٹا لیب ہے جہاں ہم اپنے والدین اور بھائی بہن کے ساتھ بے تکلفی سے رہتے ہیں۔ اسی بے تکلفی میں قدم قدم پر ہمیں رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور یہی رہنمائی آگے چل کر ہماری تعلیم کے لیے کارگر ثابت ہوتی ہے۔ گھر ہی میں سب سے پہلے ہم یہ سیکھ پاتے ہیں کہ بڑے کیا ہوتے ہیں اور ان کا احترام کس طرح کیا جاتا ہے۔ والدین بھائی بہن اور رشتے داروں کا کیا مقام ہے اور ہمارا رویہ ان کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے، ہمارے بات کرنے کا انداز کیا ہو، الفاظ کیسے ہوں، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقے کیا ہوں یہ تمام چیزیں اکثر ہم گھر پر ہی سیکھ پاتے ہیں۔ اور پھر جوں جوں ہم بڑے ہوتے جاتے ہیں یہی چیزیں غیر محسوس طریقے سے خاموشی کے ساتھ ہمارے ذہن، دماغ اور رویوں میں شامل ہوتی چلی جاتی ہیں، جن کی جھلک مختلف شکلوں میں نمایاں ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح اعلی تعلیم اور اچھی تربیت کے میل جول سے ہم بہتر اور کامیاب انسان بن پاتے ہیں۔ اساتذہ کے ساتھ والدین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صحیح تعلیم کے ساتھ ساتھ مناسب تربیت بھی دیں تاکہ وہ ایک بہتر معاشرہ تشکیل دینے میں مددگار ثابت ہوں۔

آپ کا

ڈاک خانہ

رسالہ ''بچوں کی دنیا'' کا شمارہ اپریل 2026 ملا، سرورق اور صفحات کی دیدہ زیبی کے ساتھ مواد نے متاثر کیا، اداریہ فکر انگیز ہے جس میں عالمی یوم کتاب کی مناسبت سے کتاب کلچر پر گفتگو کی گئی ہے اور بچوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ خواہ جدید دور کے تقاضے جو بھی ہوں لیکن کتابوں کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور اسی کے ذریعے بہتر شخصیت کی تعمیر ممکن ہے۔ ''ہڑپا طرز تحریر'' عمدہ مضمون ہے جس میں بچوں کے ذہن کو ماضی بعید کی طرف موڑنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ ضروری بھی ہے، وہ اس لیے کہ کامیاب حال اور بہتر مستقبل کی بنیاد ماضی کی ازسرنو بازیافت ہے اس میں مضمون نگار نے ایک اہم موضوع کو سہل اسلوب میں پیش کیا ہے تاکہ بچوں کے ذہن کے مطابق اس کی اچھی ترسیل ممکن ہو سکے۔

اس کے علاوہ گوریا، کتب خانے اور مطالعے کی تہذیب، ہندوستان انڈر 19 کرکٹ ٹیم کی شاندار فتح اور خلا کا ایک سیاہ ستارہ بھی اچھے مضامین ہیں جو بچوں کی معلومات میں اضافے کے ساتھ ان کے شعور کو بھی بیدار کرتے ہیں۔ نظمیں تمام کی تمام اچھی ہیں جس میں ہولی اور عید کے خوبصورت پیغام کے ساتھ بچے جیسی نعمت اور علم کو بھی بہتر انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے بچوں کا ذہن متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سیفو کو سلام، نیکی اور سچ اور جھوٹ جیسی کہانیاں ٹریٹمنٹ اور پیغام دونوں اعتبار سے بچوں کی طبیعت کے عین مطابق ہیں جو بچوں کی فکری تشکیل میں اہم ثابت ہو سکتی ہیں۔

رسالہ کا سب سے اچھا حصہ تبصرے والا لگا اس کی وجہ یہ رہی کہ اس حصے میں بچوں کی سوچ کو عملی میدان فراہم کیا گیا ہے۔ جنرل نالج اور پینٹنگ ہمیشہ کی طرح بہترین لگیں۔ اس کے علاوہ اور بھی پہلوؤں سے سوچا جائے تو کچھ اور بہتر ہو سکتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ رسالہ بہت ہی بہترین ہے جس کے لیے مدیر مکرم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں ساتھ ہی ان کی محنتی ٹیم کو بھی مبارکباد۔

عمار اشرف، حضرت گنج لائن بازار پورنیہ

خوبصورت اور معیاری جریدے ''بچوں کی دنیا'' کا تازہ شمارہ نہایت دلچسپی اور انہاک کے ساتھ پڑھا۔ یہ شمارہ واقعی اس بات کا ثبوت ہے کہ بچوں کے ادب کو سنجیدگی، مقصدیت اور تخلیقی حسن کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلے مضامین کی بات کریں تو اس شمارے میں شامل علمی و معلوماتی مضامین نہایت عمدہ اور فکر انگیز ہیں۔ خاص طور پر ''ہڑپا طرز تحریر'' کے عنوان سے شائع اسماعیل وفا کا مضمون بچوں کے لیے دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ اس میں قدیم تہذیب اور اس کے رسم الخط کو آسان اور سادہ انداز میں بیان کیا گیا ہے، جو بچوں کے اندر تاریخ سے دلچسپی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح دانش آکولوی کا ''گوریا'' کے موضوع پر لکھا گیا مضمون بھی اچھا ہے، جس

میں ایک چھوٹے پرندے کے ذریعے فطرت سے محبت اور ماحولیات کا شعور اجاگر کیا گیا ہے۔ مضمون نگاروں نے مشکل موضوعات کو بچوں کی سطح کے مطابق نہایت سادہ اور پرکشش انداز میں پیش کیا ہے، جو ان کی مہارت کا ثبوت ہے۔

کہانیوں کے باب میں بھی یہ شمارہ بھرپور اور سبق آموز ہے۔ کہانی ''کیکی'' اپنے دلچسپ پلاٹ اور سادہ اسلوب کے باعث بچوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اس میں ایک عام سے واقعے کے ذریعے ایک اہم اخلاقی سبق دیا گیا ہے، جو بچوں کے ذہن پر دیرپا اثر چھوڑتا ہے۔ اسی طرح کہانی ''سچ اور جھوٹ'' بھی مؤثر ہے، جس میں سچ کی اہمیت اور جھوٹ کے نقصانات کو بڑے خوبصورت انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔

شاعری کے حوالے سے بھی یہ شمارہ خاصا دلکش ہے۔ عید کے موضوع پر لکھی گئی نظم ''بہت دنوں سے ترا انتظار تھا اے عید'' جذبات سے بھرپور ہے، یہ نظم زبان و بیان اور اپنی غنائیت کے سبب بڑی دیر تک نگاہوں کا مرکز رہی۔ نظم میں ''غُرّہ ٔ شوال'' کی ترکیب وضاحت کی محتاج ہے۔ مشکل الفاظ کی وضاحت نظم کے آخر میں ایک نوٹ لگا کر کر دی جائے تو کیا کہنے۔

غُرّہ ٔ شوال دراصل اسلامی مہینے شوال کے پہلے دن کو کہا جاتا ہے۔ لفظ غُرّہ عربی زبان سے آیا ہے، جس کے معنی ہوتے ہیں کسی مہینے کی ابتدا یا پہلا دن یعنی جب رمضان ختم ہو کر چاند نظر آتا ہے اور نیا مہینہ (شوال) شروع ہوتا ہے، تو اس کے پہلے دن کو ''غُرّہ ٔ شوال'' کہا جاتا ہے۔

عاتکہ ماہین کی نظم ''چابی والا کھلونا'' بھی اپنی سادگی اور لطافت کے باعث دل کو چھو لیتی ہے۔ ان کی شاعری میں ایک معصومیت اور نرمی پائی جاتی ہے، جو بچوں کے ذوق کے عین مطابق ہے۔

ہولی کے حوالے سے شامل نظم بھی نہایت رنگین اور خوشگوار احساسات کی عکاس ہے۔ اس طرح کی شاعری بچوں میں رواداری اور ہم آہنگی کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

سائنس کے موضوع پر شامل مضامین بھی خاصے دلچسپ اور معلوماتی ہیں۔ خاص طور پر ''میڈم کیوری'' پر مضمون بچوں کے لیے متاثر کن ہے، جس میں ان کی زندگی، محنت اور سائنسی خدمات کو سادہ اور ترغیبی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

باتصویر کہانیاں اس شمارے کی ایک خاص کشش ہیں۔ تصاویر کے ساتھ پیش کی گئی یہ کہانیاں بچوں کے لیے نہایت دلچسپ اور آسان فہم ہو جاتی ہیں۔ رنگین اور جاندار تصاویر کہانی کے مفہوم کو مزید واضح کرتی ہیں اور بچوں کی توجہ کو برقرار رکھتی ہیں۔

ڈراما کے حصے میں شامل تحریر بھی قابلِ ذکر ہے۔ یہ نہ صرف دلچسپ مکالموں پر مشتمل ہے بلکہ بچوں کو عملی انداز میں کردار ادا کرنے کا موقع بھی فراہم کرتی ہے۔ اس طرح کے ڈرامے بچوں میں اعتماد، اظہارِ خیال اور اجتماعی کام کرنے کی صلاحیت کو فروغ دیتے ہیں۔

یہ شمارہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس میں علم، ادب اور تربیت تینوں عناصر کو نہایت خوبصورتی سے یکجا کیا گیا ہے۔

بطور قاری ایک گزارش ہے کہ آئندہ شماروں میں بھی اسی معیار کو برقرار رکھتے ہوئے بچوں کے لیے مزید دلچسپ سرگرمیاں، سوال و جواب اور تخلیقی مشقیں شامل کی جائیں تاکہ ان کی شرکت اور دلچسپی مزید بڑھے۔

آخر میں ادارتی ٹیم کو اس شاندار اور معیاری شمارے کی اشاعت پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد۔ امید ہے کہ آئندہ شمارے بھی اسی معیار کو برقرار رکھتے ہوئے بچوں کی بہترین رہنمائی کرتے رہیں گے۔

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن، مسجد النور، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی

بہادر بچوں کے کارنامے

خواجہ عبدالمنتقم

بچوں کی غیر معمولی جرأت، قربانی اور انسانیت نوازی کو قومی سطح پر تسلیم کرنے کے لیے حکومتِ ہند اور سماجی اداروں نے با قاعدہ اعزازات کا نظام قائم کیا ہے۔ بچوں کے لیے سب سے اعلیٰ بہادری کے اعزاز نیشنل بریوری ایوارڈ کا آغاز کونسل برائے بہبود اطفال نے کیا تھا۔ اس ایوارڈ کا بنیادی مقصد کم عمری میں جان کی پرواہ کیے بغیر دوسروں کی جان و مال کی حفاظت کرنے والے بچوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور معاشرے میں جرأت، ایثار اور فرض شناسی کی قدروں کو فروغ دینا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ حکومت ہند نے بچوں کی ہمہ جہت صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے پردھان منتری راشٹریہ بال پرسکار کا اجرا کیا۔ یہ بھارت کا بچوں کے لیے سب سے بڑا سول اعزاز ہے، جو ہر سال وزارت خواتین واطفال کی جانب سے دیا جاتا ہے۔ یہ ایوارڈ 5 سے 18 سال کی عمر کے اُن بچوں کی غیر معمولی کامیابیوں کے لیے دیا جاتا ہے جنھوں نے کھیل، سماجی خدمت، سائنس وٹیکنالوجی، فن وثقافت، ماحولیات اور بہادری کے شعبوں میں نمایاں کارنامے انجام دیے ہوں۔ ایوارڈ کے اجزا میں تمغا، سند اور توصیفی تحریر شامل ہوتی ہے۔ اس کا اعلان ہر سال 26، دسمبر کو 'ویر بال دوس' کے موقعے پر کیا جاتا ہے اور جنوری میں نئی دہلی میں صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے یہ اعزاز عطا کیا جاتا ہے۔ اس ایوارڈ کے لیے اہلیت یہ ہے کہ امیدوار بھارتی شہری ہو اور اس کی عمر 5 سے 18 سال کے درمیان ہو۔ منتخب بچے یوم جمہوریہ کی تقاریب میں شرکت کا موقع پاتے ہیں۔ یہ ایوارڈ پانے والے بہادر بچوں کی تعداد اب تو سیکڑوں میں ہو چکی ہے لیکن ہم نے یہاں تقسیم ہند کے بعد سے آج تک جن متاثر کن بچوں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر یا قربانی دے کر کئی مواقع پر دوسروں کی جان بچا کر غیر معمولی بہادری کا مظاہرہ کیا ہے اور جنھیں قومی سطح پر اعزازات سے نوازا گیا ہے ان کی اسٹوریز کو کور کیا ہے۔

ہریش چندر مہرا (1957)

ہریش چندر مہرا 14 برس کی عمر میں بہادری کا قومی ایوارڈ حاصل کرنے والا وہ پہلا بچہ تھا جس نے دہلی میں رام لیلا کے ایک پروگرام کے دوران وی آئی پی شامیانے میں آگ لگنے پر جلتا ہوا کپڑا کاٹ کر وزیر اعظم جواہر لعل نہرو کی جان بچائی۔ اس نے غیر معمولی حاضر دماغی اور جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلتے ہوئے کپڑے کو تیزی سے کاٹ دیا، جس سے آگ پھیلنے سے رک گئی اور ملک ایک بڑے سانحے سے بچ گیا۔ اس کی اس جرأت نے بچوں کی

بہادری کے لیے قومی سطح پر نہ صرف ایک نئی مثال پیش کی بلکہ ایک نئی روایت بھی قائم کی۔

ریاض احمد (2003)

ریاض احمد محض 9 سال کے تھے جب انھوں نے ایک بچی کو چلتی ٹرین کے نیچے آنے سے بچانے کی کوشش کی۔ اس عمل میں وہ خود شدید حادثے کا شکار ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اور پاؤں کھو بیٹھے۔ اگرچہ انھیں عمر بھر کی معذوری کا سامنا کرنا پڑا، مگر ان کی قربانی نے ایک معصوم کی جان بچالی انھیں بھارت کے عظیم ترین کم عمر ہیروز میں شمار کیا جاتا ہے۔

پریتی دیوی (2010)

منی پور کی 10 سالہ پریتی دیوی جب اپنے خاندان کی دکان پر موجود تھیں تو عسکریت پسندوں نے وہاں دستی بم پھینک دیا۔ پریتی نے لمحوں میں خطرے کو بھانپ لیا اور بھرپور حوصلے کے ساتھ بم کو اٹھا کر دکان سے باہر پھینک دیا۔ اگرچہ وہ خود بم کے چھروں سے زخمی ہو گئیں لیکن ان کی بہادری نے کئی معصوم جانیں بچالیں۔ انھیں قومی سطح پر بہادری کے اعلیٰ اعزاز سے نوازا گیا۔

متل پڑیا (2012)

متل پڑیا جب صرف 12 برس کی تھیں ان کی ماں پر دو مسلح افراد نے حملہ کیا۔ متل نے خوف زدہ ہونے کے بجائے اپنے ہوش و حواس کو قائم رکھا اور حملہ آوروں کا بہادری

سے مقابلہ کیا۔ ان کے وار روکے اور شور مچا کر لوگوں کو جمع کر لیا۔ اس دوران انھیں شدید زخم آئے اور 300 سے زائد ٹانکے لگے، مگر ان کی حوصلہ مندی کے سبب ان کی ماں کی جان بچ گئی۔

شیوم پیٹ روچیتا: (2014)

شیوم پیٹ روچیتا کو 2014 میں صرف 8 سال کی عمر میں گیتا چوپڑا ایوارڈ سے نوازا گیا۔ انھوں نے دو ہم جماعت بچوں کو اس وقت بچایا جب ایک ٹرین ان کی اسکول بس سے ٹکرا گئی۔ شدید خوف اور افراتفری کے باوجود، روچیتا نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر نہ صرف اپنے دو ہم جماعت بچوں کو بچایا بلکہ انھیں محفوظ مقام تک پہنچایا۔

گورو کاوڈوجی سہستر بدھے (2014)

مہاراشٹر کے 15 سالہ گورو اپنے دوستوں کے ساتھ امبازری جھیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک چار دوست پانی میں ڈوبنے لگے۔ گورو نے ایک لمحہ بھی ضائع کے بغیر انھیں بچانے کی کوشش کی اور چاروں کو باہر نکال لیا، مگر بدقسمتی سے خود پانی میں ڈوب گیا۔ ان کی قربانی کو قوم نے سلام پیش کیا اور انھیں بعد از مرگ بہادری کے قومی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

اشونی بندھو وار گھڑے (2014)

مہاراشٹر کے دیہی علاقے میں 13 سالہ اشونی اپنی بہن کے ساتھ باغ میں موجود تھی کہ اچانک ایک چیتے

نے ان کی بہن پر حملہ کردیا۔اشونی نے خوف کے آگے ہتھیار ڈالنے کے بجائے آم اٹھا کر چیتے پر پھینکنے شروع کیے اور زور زور سے چیخیں ماری۔اس غیر متوقع مزاحمت سے چیتا بھاگ گیا اور اشونی نے اپنی بہن کی جان بچالی۔

گنجن شرما (2014)

آسام میں اسکول کے بچوں کو اغوا کرلیا گیا۔گنجن شرما نے غیر معمولی حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اغوا کاروں کے سامنے خودکو یرغمال بنانے کی پیشکش کی تاکہ اس کی ہم جماعت بچیوں کو رہا کر دیا جائے۔اس بے مثال قربانی اور جرأت نے سیکورٹی فورسز کو کارروائی کا وقت دیا اور بچے محفوظ رہے۔گنجن کو قومی سطح پر بہادری کے اعزاز سے نوازا گیا۔

ویرانگنا جھالا (2022)

گجرات کی چھ سالہ ویرانگنا نے اپنی حاضر دماغی اور حوصلہ مندی سے آگ لگنے کے ایک ہولناک حادثے میں پھنسے ہوئے 60 افراد کی جان بچائی۔ آگ ایک ایئر کنڈیشنر سے نکلنے والی چنگاری کے باعث لگی تھی، جو دیکھتے ہی دیکھتے شعلوں میں بدل گئی اور پوری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔جب بیشتر بالغ افراد گھبراہٹ کا شکار ہو گئے، تو اس ننھی بچی نے سب سے پہلے اپنے والدین کو اطلاع دی۔اس کے بعد وہ فوراً اپنے پڑوسیوں کے پاس پہنچی اور

انھیں عمارت خالی کرنے کی تلقین کی۔ان کی فوری اور بروقت کارروائی کے باعث 60 افراد کی جان بچ گئی۔اس غیر معمولی بہادری کے صلے میں انھیں قومی بہادری ایوارڈ سے نوازا گیا۔

شرون سنگھ (2025)

پنجاب کے ایک سرحدی گاؤں سے تعلق رکھنے والا 10 سالہ شرون سنگھ مسلسل خطرے کے ماحول میں آپریشن سندور کے دوران بھارتی فوج کے جوانوں کو پانی، خوراک اور ضروری سامان فراہم کرتا رہا۔اس کم عمری میں حب الوطنی اور جرأت کی یہ کہانی آنے والی نسلوں کے لیے ایک قابل تقلید مثال ہے۔

محمد سیدان پی (2025)

کیرالہ سے تعلق رکھنے والے 11 سالہ لڑکے محمد سیدان پی کو ان کی غیر معمولی بہادری اور حاضر دماغی کے اعتراف میں پردھان منتری راشٹریہ بال پر سکار سے نوازا گیا۔جب ان کا دوست ایک زندہ بجلی کے تار کی زد میں آ گیا تو سیدان نے فوراً لکڑی کے ایک ٹکڑے کی مدد سے انھیں محفوظ طریقے سے بجلی کے منبع سے الگ کر دیا۔

■

Khwaja Abdul Muntaqim
H-3, Dharma Apartment, 2-I.P. Extn
Delhi- 110092
Mob.: 9818369624
amkhwaja2007@yahoo.co.in

نوی رضا خان

ذمہ دار شہری بننے کے رہنما اصول اور بچے

بچے کسی بھی قوم کے لیے انمول اثاثہ ہیں۔ وہ صرف خاندان کی امید نہیں بلکہ ملک کے مستقبل کی بنیاد بھی ہیں۔ اگر بچپن سے ہی بچوں میں اخلاقی اقدار سماجی فہم اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہوجائے، تو وہ بچے ایک مضبوط، مہذب اور باشعور معاشرہ تعمیر کرسکتے ہیں۔

آج کے دور میں، جب معاشرہ کئی چیلنجز کا سامنا کررہا ہے— جیسے آلودگی، ٹریفک کی افراتفری، سماجی عدم مساوات، عوامی املاک کا نقصان، نظم و ضبط وغیرہ ایسے میں بچوں کے لیے شہری شعور اور شہری ذمہ داری کی ترقی بہت اہم ہوگئی ہے۔

شہری شعور کا مطلب صرف قواعد کی پابندی نہیں بلکہ معاشرے کے لیے حساس ہونا، دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا، ماحول کی حفاظت کرنا اور ملک کی ترقی میں حصہ ڈالنا بھی ہے۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو بچپن سے شروع ہوتا ہے اور زندگی بھر جاری رہتا ہے۔

1۔ شہری شعور کا مطلب اور اس کی اہمیت

شہری شعور کیا ہے؟

شہری شعور وہ شعور ہے جو انسان کو یہ سمجھنے کے قابل بناتا ہے کہ وہ معاشرے کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کی سرگرمیاں نہ صرف اس پر بلکہ پورے معاشرے پر بھی اثرانداز ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پر:

* سڑک پر کچرا نہ پھینکنا
* ٹریفک قوانین کی پابندی کرنا

* عوامی املاک کونقصان نہ پہنچانا
* قطار میں کھڑا ہونا
* دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا

یہ تمام رویے شہری شعور کی مثالیں ہیں۔

شہری شعور کی اہمیت:

* صاف اور محفوظ معاشرہ بنانا
* سماجی ہم آہنگی قائم کرنا
* جمہوری اقدار کے تحفظ کا سامان کرنا
* ماحولیاتی تحفظ کی فکر کرنا وغیرہ

یہ چیزیں شہری شعور کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔
جب بچے ان اقدار کو اپنا لیتے ہیں تو معاشرے میں نظم وضبط اور ہم آہنگی خود بخود قائم ہو جاتی ہے۔

2۔ ذمہ دار شہری کون ہوتا ہے؟

ایک ذمہ دار شہری وہ ہوتا ہے جو نہ صرف اپنے حقوق کی بات کرتا ہے بلکہ اپنے فرائض کو بھی سمجھتا ہے، جس میں درج ذیل چیزیں اس کی خصوصیات کو واضح کرتی ہیں:

* دیانت داری
* نظم وضبط
* قوت برداشت
* جذبۂ تعاون
* حساسیت

ان خصوصیات کے ساتھ ذمہ دار شہری معاشرے کے مسائل سے نہیں بھاگتا، بلکہ اس کے حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

3۔ بچپن کی بنیادی تربیت

بچپن وہ مرحلہ ہے جب انسان کی پوری شخصیت تشکیل پاتی ہے، بچپن کی عادات زندگی بھر یکساں رہتی ہے۔

اگر بچپن میں بچے میں

* صفائی کو برقرار رکھنا
* بزرگوں کی عزت کرنا
* قواعد کی پیروی کرنا
* دوسروں کی مدد کرنا جیسی چیزیں شامل ہو جاتی ہیں تو یہ اس کی شخصیت کا مستقل حصہ بن جاتی ہیں۔

4۔ اسکول کا کردار

اسکول صرف تعلیم کی جگہ نہیں بلکہ کردار کی تخلیق کا ایک مرکز بھی ہے۔ اس لیے اس میں شہری شعور کو فروغ دینے کے لیے اس طرح کے اقدامات کیے جاسکتے ہیں:

* اخلاقی تعلیم پر توجہ
* صفائی پر زور
* شجرکاری کا فروغ
* گروپ ورک اور ٹیم اسپرٹ کی ٹریننگ

مذکورہ سرگرمیاں بچوں میں قیادت، نظم و ضبط اور سماجی ذمہ داری کے احساس کو فروغ دے سکتی ہیں۔

5۔ معاشرے اور کمیونٹی کا کردار

بچوں کی نشو ونما میں معاشرے کا بھی اہم کردار ہوا کرتا ہے:

* محلّہ کمیٹیاں
* صفائی مہم
* ماحولیاتی آگاہی ریلی
* سماجی خدمت کے پروگرام

جیسی سرگرمیاں بچوں میں کمیونٹی کا احساس پیدا کرتی ہیں۔

6۔ چھوٹی عادتیں، بڑی تبدیلیاں:

* پانی کی بچت
* پاور سیونگ
* پلاسٹک کا کم سے کم استعمال
* عوامی مقامات پر اچھا برتاؤ

یہ وہ عادتیں ہیں، جن سے بڑی تبدیلیوں کی امید کی جاسکتی ہے۔

7۔ جمہوریت اور شہری ذمے داری

ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں شہریوں کا کردار بہت اہم ہے، اس لیے بچوں کے سامنے درج ذیل چیزوں کی اہمیت ضرور واضح کی جانی چاہیے:

* ووٹنگ کی اہمیت
* آئین کے بنیادی حقوق اور فرائض
* مساوات اور انصاف کے اصول

جب بچے ان جمہوری اقدار کو سمجھ لیں گے، تو وہ مستقبل میں ذمے دار ووٹر اور باخبر شہری ضرور بن سکتے ہیں۔

8۔ ماحولیاتی تحفظ اور بچوں کا کردار

ماحولیاتی تحفظ آج کی ایک بڑی ضرورت ہے، ایسے میں اگر بچوں میں یہ شوق پیدا ہو کہ وہ:

* درخت لگائیں
* پانی کی بچت پر توجہ دیں
* پلاسٹک کا استعمال کم سے کم کریں
* صفائی کا خاص خیال رکھیں

تو ماحولیاتی تحفظ میں بچوں کا کردار اہم ہوسکتا ہے۔

9۔ ڈیجیٹل دور اور شہریت

آج کے بچے ایک ڈیجیٹل دنیا میں رہ رہے ہیں، ایسے میں ان باتوں کا لحاظ بچوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے:

* سوشل میڈیا کا ذمہ دارانہ استعمال
* جعلی خبروں سے بچاؤ
* آن لائن آداب
* سائبر سیکیورٹی ان کے ساتھ

ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر بھی ذمے داری پوری کرنا شہری شعور کا حصہ ہے۔

10۔ چیلنجز اور حل

چیلنجز:

* بڑھتے ہوئے خودغرض رجحانات
* نظم وضبط کی کمی
* ماحولیاتی آلودگی
* سماجی عدم مساوات

حل:

* اخلاقی تعلیم
* کمیونٹی میں شرکت
* آگاہی پروگرامز
* مثبت قیادت

11۔ حوصلہ افزا مثالیں

بہت سے اسکولوں میں بچے خود صفائی کی مہم چلاتے ہیں، پانی کی بچت کا عہد کرتے ہیں اور ماحولیاتی کلب بنا کر معاشرے میں شعور بیدار کرتے ہیں۔

یہ مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ اگر ان کی صحیح رہنمائی کی جائے تو بچے معاشرے میں مثبت تبدیلیاں لا سکتے ہیں۔

12۔ مستقبل کی سمت

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک صاف، منظّم اور ترقی پسند ہو، تو ہمیں بچوں میں شہری شعور پیدا کرنا ہوگا۔ اس کے لیے درج ذیل شرائط ضروری ہیں:

* تعلیم میں اخلاقی اقدار کو فروغ دینا
* عملی سرگرمیاں
* خاندان اور معاشرتی معاونت
* مثبت تحریک

نتیجہ

بچوں میں شہری شعور اور ذمہ دار شہری کا سفر ایک مسلسل عمل ہے۔ یہ صرف کتابوں سے نہیں، بلکہ رویے، تجربے اور عملی مثالوں سے بھی پروان چڑھتا ہے۔

جب بچہ اپنے حقوق اور فرائض کو سمجھتا ہے، معاشرے کے لیے حساس ہوتا ہے، ماحول کی حفاظت کرتا ہے اور اصولوں کی پیروی کرتا ہے — تو وہ حقیقی معنوں میں ایک ذمہ دار شہری بنتا ہے۔

اس لیے والدین، اساتذہ اور معاشرے کو چاہیے کہ بچوں میں ایسی اقدار پیدا کریں جو انھیں باشعور، حساس اور ذمہ دار شہری بنائیں، اس لیے کہ ''آج کے مہذب اور باشعور بچے کل کے مثالی شہری ہیں۔''

■

Navi Raza Khan
College of Teacher Education
Dept of Education and Training
MANUU,Ghahibowli
Hyderabad - 500032 (Telangana)
Mob.: 9304099184
navirazamanuu@gmail.com

بدلتا دور اور بچے

احتشام تمیز

آج کا دور تیزی سے بدلتی ہوئی قدروں، ٹیکنالوجی اور سماجی تبدیلیوں کا دور ہے۔ اس بدلتے ماحول میں بچوں کی تعلیم و تربیت پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہم ہے۔ ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ مستقبل میں ایک کامیاب، بااخلاق اور باوقار انسان بنے، مگر یہ حقیقت بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ بچے کا مستقبل صرف اچھی اسکولنگ سے نہیں بلکہ متوازن تعلیم و تربیت سے تشکیل پاتا ہے۔

بچے کی تعلیم و تربیت طے کرے گی کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا اور تعلیم و تربیت کا مرحلہ صرف اسکولوں کو موٹی موٹی فیس ادا کرنے سے طے نہیں پائے گا بلکہ اس کی پوری ذمے داری لینی ہوگی، ہم کو بچوں کی تربیت اور اس کی نقل و حرکت پر دھیان دینا پڑے گا، ایسے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم Over Protective اور Authoritarian نہ بن جائیں۔ بچوں کو پوری طرح کنٹرول کر کے قیدی بنانے کی کوشش نہیں ہونی چاہیے بلکہ کبھی کبھی ان کے لیے خودمختاری بھی ضروری ہے جس سے ان کے اندر فیصلہ سازی کی صلاحیت پیدا ہو، آج بدلتے دور میں جب سوشل میڈیا نے ہر تربیتی پہلوؤں کو جکڑا ہے، ایسے حالات میں کچھ ماں باپ ذمے داری سے بچنا چاہتے ہیں مثلاً اگر بچہ گھر کے احاطے میں شور و غل کر رہا ہے یا رو رہا ہے تو اس کو موبائل پکڑا دیا جاتا ہے یا ٹی وی آن کر دی جاتی ہے۔ ذرائع کے مطابق کرناٹک سرکار 16 سال سے کم عمر کے بچوں پر سوشل میڈیا استعمال کرنے پر پابندی عائد کر رہی ہے۔ یہ ایک قابل تعریف قدم ہے۔ اس سے یہ ہوگا کہ بچے جب فری ہوں گے تو

اپنا وقت اپنی فیملی کے افراد کے ساتھ گزار پائیں گے۔اس طرح ان کی اچھی نشو ونما ہو سکے گی۔ John Dewy کے مطابق Learning by Doing یعنی بچہ کر کے سیکھتا ہے اس لیے ان بچوں کا شور مچانا، کھیلنا کودنا۔یہی ان کے سیکھنے کے مراحل ہیں۔ کچھ والدین تربیت بھی کر رہے ہیں تو بچوں پر بے جا پابندیاں عائد کر رہے ہیں جب کہ سائیکالوجسٹ کا ماننا ہے کہ بچے ایک بلینک سلیٹ کی طرح ہیں جو اس پر تحریر کرو گے وہی تحریر ہوگا۔بچپن انسانی زندگی کا سب سے معصوم، سادہ اور سچا دور ہوتا ہے۔ بچے فطری طور پر پاکیزہ دل کے مالک ہوتے ہیں اور ان کے اندر کسی قسم کی چالاکی، منافقت یا دھوکہ دہی نہیں ہوتی۔ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ ''بچے من کے سچے ہوتے ہیں'' اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ بچے جو دیکھتے ہیں، محسوس کرتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں، وہی بغیر کسی خوف یا مصلحت کے بیان کر دیتے ہیں۔ان کی باتوں میں سچائی اور خلوص ہوتا ہے کیونکہ وہ ابھی معاشرتی پیچیدگیوں اور مفادات سے واقف نہیں ہوتے۔

اور نفسیاتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بچہ پیدائش کے وقت ایک صاف ذہن کے ساتھ دنیا میں آتا ہے۔ اس کے اندر جھوٹ یا فریب کی کوئی عادت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے سیکھتا ہے۔اگر ماحول سچائی، محبت اور اعتماد پر مبنی ہو تو بچہ سچ بولنے کی عادت برقرار رکھتا ہے،لیکن اگر ماحول میں اسے سچ چھپانے یا جھوٹ بولنے کی ترغیب دی جائے تو اس کی شخصیت پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔بچوں کی تربیت کے حوالے سے کچھ نظریات و خیالات ہیں جیسے Lev Vygotsky روسی ماہر نفسیات ہیں۔

انھوں نے کہا کہ بچے کی تربیت میں معاشرہ اور ماحول بہت اہم کردار کرتے ہیں۔

ان کا نظریہ Zone of Proximal Development (ZPD) تعلیم میں بہت مشہور ہے۔ ماہرین نفسیات کے مطابق اس نظریے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا دائرہ کار جس میں سیکھنے کے لیے بچوں کی تھوڑی بہت ہمت افزائی اور رہنمائی کی جائے تو وہ چیزیں جو بچہ نہیں کر پا رہا تھا وہ بآسانی کر لے گا، یعنی Lev Vygotsky نے بچوں کی جامع و مثبت تربیت کے لیے سماج و معاشرے کو اہم قرار دیا ہے۔اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم بچوں کے لیے کس طرح کا سماجی ماڈل پیش کر رہے ہیں۔سوئزرلینڈ کے مشہور ماہر نفسیات Jean Piaget نے بچوں کی ذہنی نشو و نما کے لیے (Cognitive Development) کا نظریہ پیش کیا۔

انھوں نے بتایا کہ بچے مختلف مراحل (Stages) میں سیکھتے اور سوچتے ہیں۔ پہلا مرحلہ پیدائش سے تقریباً 2 سال تک۔یہ بچے کی زندگی کا ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے۔اس مرحلے میں بچہ دنیا کو حواس (دیکھنا، سننا، چھونا، چکھنا) اور جسمانی حرکت کے ذریعے سمجھتا ہے یعنی بچہ چیزوں کو چھو کر اور منہ میں ڈال کر پہچانتا ہے۔ ہاتھ اور آنکھ کی ہم آہنگی (Hand Eye Coordination) پیدا ہوتی ہے۔ بچہ آہستہ آہستہ Object Permanence سیکھتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی چیز آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو بھی وہ موجود رہتی ہے۔

مثال:

اگر کھلونا کپڑے کے نیچے چھپا دیا جائے تو ابتدا میں

بچہ سمجھتا ہے کہ وہ ختم ہو گیا، لیکن بعد میں وہ اسے تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ دوسرا مرحلہ 2 سال سے تقریباً 7 سال تک کا ہے۔ اس مرحلے میں بچے کی زبان اور تصوراتی سوچ تیزی سے ترقی کرتی ہے۔ بچہ خیالی کھیل (Imaginative Play) اور علامتی سوچ (Symbolic Thinking) کا استعمال کرنے لگتا ہے۔

تیسرا مرحلہ 7 سال سے تقریباً 11 سال تک کا ہے۔

اس مرحلے میں بچے کی سوچ زیادہ منطقی اور منظّم ہو جاتی ہے۔ وہ حقیقی اشیا اور واقعات کے بارے میں بہتر انداز میں سوچ سکتا ہے۔ اس عمر میں بچے کی منطقی سوچ کی ابتدا ہو جاتی ہے اور وہ Conservation درجہ بندی (Classification) اور ترتیب (Seriation) کو سمجھنے لگتا ہے۔

چوتھا مرحلہ 11 سال سے بالغ ہونے تک کا ہے۔

یہ ذہنی نشو ونما کا آخری مرحلہ ہے جس میں انسان تجریدی اور نظریاتی سوچ (Abstract Thinking) کے قابل ہو جاتا ہے۔

اہم خصوصیات

مفروضاتی سوچ (Hypothetical Thinking)

پیچیدہ مسائل حل کرنے کی صلاحیت۔

مستقبل کے بارے میں منصوبہ بندی

فلسفیانہ اور سائنسی سوچ

مثال:

عمر کے مراحل اور ماہرین کے نظریات سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تعلیم بچے کی عمر اور ذہنی سطح کے مطابق ہونی چاہیے۔

بچوں کو عملی تجربات اور سرگرمیوں کے ذریعے سیکھنے کے مواقع ملنے چاہئیں۔

استاد اور والدین کو صرف معلومات دینے والا نہیں بلکہ رہنما (Facilitator) ہونا چاہیے۔

ہمارے معاشرے میں ایک عام رویہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض والدین اپنے بچوں کو رشتہ داروں کے پاس بھیجتے وقت یہ ہدایت دیتے ہیں کہ ''گھر کی باتیں وہاں نہ بتانا''۔ اس طرح کی ہدایات بچے کے ذہن میں تضاد پیدا کرتی ہیں۔ ایک طرف اسے سچ بولنے کی تعلیم دی جاتی ہے اور دوسری طرف اسے سچ چھپانے کو کہا جاتا ہے۔ اس سے بچے کے ذہن میں الجھن پیدا ہوتی ہے اور اس کی فطری سچائی متاثر ہوتی ہے۔ بہت سے معاملے میں بچوں کو خودمختار ہونا چاہیے، اس حقیقت کو ایک عملی مثال کے ذریعے بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک گھر میں ایک دادی اپنے پوتے شادان سے محبت کے ساتھ پوچھتی ہے کہ تم امی ابو کے ساتھ کہاں گھومنے گئے تھے؟ شادان چونکہ ایک معصوم اور سچا بچہ ہے، وہ فوراً سچائی سے ساری باتیں بتانا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے دل میں کوئی خوف یا مصلحت نہیں ہوتی۔ وہ صرف حقیقت بیان کرنا چاہتا ہے، لیکن اسی دوران اس کی ماں فوراً اسے روک دیتی ہے اور کہتی ہے شادان، یہاں آؤ، رات کافی ہوگئی ہے اور سونے کا وقت ہوگیا ہے۔ بظاہر یہ ایک عام بات لگتی ہے، لیکن درحقیقت اس کا مقصد بچے کو مزید بات کرنے سے روکنا ہوتا ہے۔

یہ عمل بچے کی ذہنی اور اخلاقی تربیت پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ بچہ آہستہ آہستہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ہر سچ بات نہیں بتانی چاہیے۔ اس کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہوسکتا ہے کہ سچ بولنا بعض اوقات غلط ہوتا ہے یا اسے روک دیا جاتا ہے۔ اس طرح بچہ اپنی فطری سچائی کو دبانا سیکھ سکتا ہے۔

سماجی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بچے معاشرے کا آئینہ ہوتے ہیں۔ وہ وہی سیکھتے ہیں جو وہ اپنے بڑوں کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کبھی مذاق میں بھی بچوں سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، اگر بڑے سچائی، ایمانداری اور کھلے پن کا مظاہرہ کریں تو بچے بھی یہی صفات اپناتے ہیں، لیکن اگر بچے کو سچ بولنے سے روکا جائے یا اسے حقیقت چھپانے کی تعلیم دی جائے تو اس کی شخصیت میں تضاد پیدا ہوسکتا ہے۔

تعلیمی اور تربیتی اعتبار سے والدین اور اساتذہ کی ذمے داری ہے کہ وہ بچوں کی سچائی کی حوصلہ افزائی کریں۔ اگر بچہ سچ بولتا ہے تو اسے سراہا جانا چاہیے، نہ کہ روکا جائے۔ بچوں کی سچائی ان کی فطری خوبی ہے، اور یہی خوبی انھیں ایک ایماندار اور ذمے دار انسان بننے میں مدد دیتی ہے۔

آخر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ بچے واقعی من کے سچے ہوتے ہیں۔ ان کی سچائی ان کی فطرت کا حصہ ہوتی ہے، لیکن معاشرے اور گھر کے ماحول کا ان کی شخصیت پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے ایماندار اور سچے انسان بنیں تو ہمیں ان کی سچائی کی حفاظت کرنی ہوگی اور انھیں ایسا ماحول فراہم کرنا ہوگا جہاں وہ بلاخوف و جھجک سچ بول سکیں گے۔ بچے معاشرے کا مستقبل ہوتے ہیں، اور ان کی صحیح تربیت ہی ایک بہتر اور ایماندار معاشرے کی بنیاد رکھ سکتی ہے۔

■

Md Ehtisham Tameez
Ward No: 10, Darha, Po: Mohammadia
PS: Dagrua, Distt.: Purnea- 854330 (Bihar)
Mob.: 9519416068
Email: mde6068@gmail.com

گلشنِ ہندوستاں

کوثر صدیقی

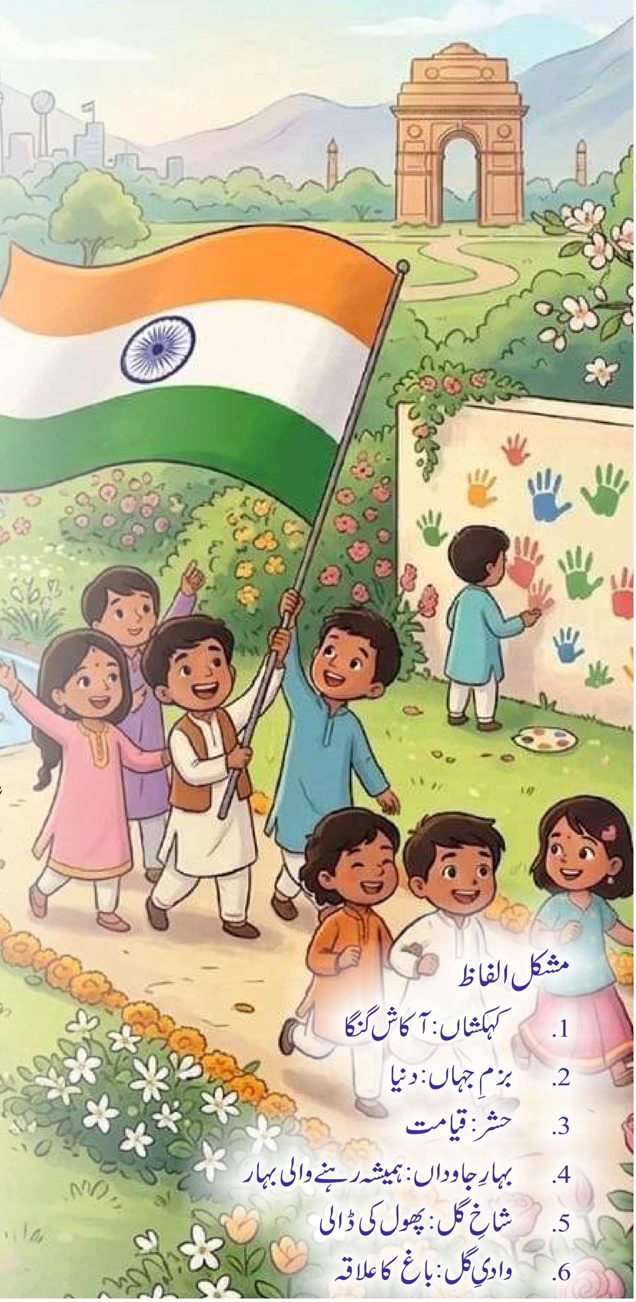

چاند اور تارے سلامت، کہکشاں[1] قائم رہے
یہ زمیں قائم رہے یہ آسماں قائم رہے

یا الٰہی دیش میں امن و اماں قائم رہے
رقصِ ہستی کے لیے بزمِ جہاں[2] قائم رہے

حشر[3] تک قائم رہے میرا چمن میرا وطن
اور اس کی یہ بہارِ[4] جاوداں قائم رہے

یا الٰہی حشر تک مہکیں مرے گلشن کے پھول
بلبلوں کا شاخِ[5] گل پر آشیاں قائم رہے

چاند سورج آسماں پر جب تلک روشن رہیں
گلشنِ ہندوستاں جنت نشاں قائم رہے

کرشن کی بنسی بجے، رادھا رہے، مدھ بن رہے
پیار کے نغموں میں ڈوبی وادیِ گلشن[6] رہے

■

Kausar Siddiqui
79-A, Ginnori
Main Road
Bhopal- 462001 (MP)

مشکل الفاظ

1. کہکشاں: آکاش گنگا
2. بزمِ جہاں: دنیا
3. حشر: قیامت
4. بہارِ جاوداں: ہمیشہ رہنے والی بہار
5. شاخِ گل: پھول کی ڈالی
6. وادیِ گل: باغ کا علاقہ

نظمیں

محمد توقیر عالم نظمی

بچوں کی دنیا

ادب کا رسالہ ہے بچوں کی دنیا
چمکتا ستارہ ہے بچوں کی دنیا

کہانی کے صفحے ہیں خوابوں کے جیسے
ہنر کا منارہ ہے بچوں کی دنیا

ادب کے سفر کا یہی ہے سہارا
ملا ہمکنارا ہے بچوں کی دنیا

مسرت کے جھونکے، خوشی کے خزانے
مہر کا سہارا ہے بچوں کی دنیا

یہ معصوم جذبے، یہ ستھرے ارادے
سہانا ترانہ ہے بچوں کی دنیا

کتابوں کی خوشبو، یہ دانش کی کرنیں
چراغِ اجالا ہے بچوں کی دنیا

دعاؤں کی صورت، امیدوں کا دریا
رحم کا منارہ ہے بچوں کی دنیا

ہنسی کے چمن واقفیت کے زینے
خوشی کا نظارہ ہے بچوں کی دنیا

کہانی تصاویر میں ہے جھلکتی
حسیں تر شرارہ ہے بچوں کی دنیا

رفاقت کے نغمے، مضامیں نرالے
بہت پیارا پیارا ہے بچوں کی دنیا

ستاروں کی بستی، چمکتی شعائیں
اجالوں کا تارہ ہے بچوں کی دنیا

یہ امید کل کی، ضمانت بھی کل کی
یہ وجہِ سہارا ہے بچوں کی دنیا

چمک نین کی اور دلوں کی مسرت
سبھی کو گوارا ہے بچوں کی دنیا

پروئے ہیں بچوں کے رنگین سپنے
ملا اک اشارہ ہے بچوں کی دنیا

یہ نظمی کا پیغام سب کو سنا دو
بہارِ ہزارہ ہے بچوں کی دنیا

■

Md. Tauqeer Alam Nazmi
Urdu Teacher, Al-Qalam Academy
Chak Rahmat, Jamalpura
Darbhanga (Bihar)
Mob.: 9771759436
shamaideallibrary075@gmail.com

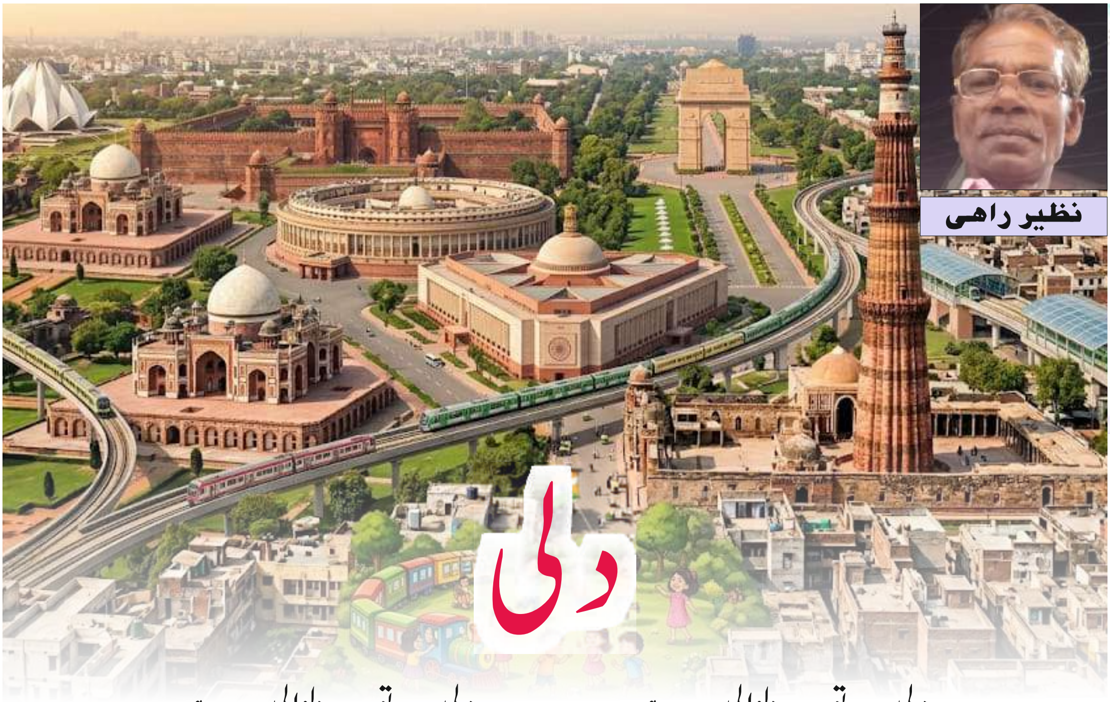

نظیر راہی

دلی

دلی تو دلوالی ہے
اس کی شان نرالی ہے
لال قلعہ و قطب مینار
یہ بھارت کی ہے شہکار
پارلیامنٹ ہے شان اس کی
راجیہ سبھا ہے جان اس کی
اس کے دم سے چاروں طرف
ہریالی خوش حالی ہے
دلی تو دلوالی ہے
اس کی شان نرالی ہے
میٹرو ریل چلاتی ہے
شان اپنی دکھلاتی ہے
سفر یہ کرتی ہے آسان
چال اس کی متوالی ہے

دلی تو دلوالی ہے
اس کی شان نرالی ہے
نہرو گاندھی کا اپہار
سب سے کہتی ہے یہ پکار
یہی تو راجدھانی ہے
سوتنترا سیلانی ہے
سونے کی چڑیا ہے یہ
اڑتی ڈالی ڈالی ہے
دلی تو دلوالی ہے
اس کی شان نرالی ہے

■

Nazeer Rahi
31, Hiran Bari Lane
Kolkata -700073 (West Bengal)
Mob.: 9831951871
nazeerrahi55@gmail.com

علی شاہد دلکش

میں گرمی ہوں

بچو! میرا نام ہے گرمی
آئی میں تو بھاگی سردی

نور کی چادر لائی ہوں
دن کو بڑا کر لائی ہوں

روپ مرا ہے تھوڑا کڑا
لیکن میرا دل ہے بڑا

سردی کی پہچان مٹائی
دھوپ کی شدت اور بڑھائی

تپتی ہوں میں، جلتی ہوں میں
رس بھی پھلوں میں بھرتی ہوں میں

شربت کے وہ ٹھنڈے پیالے
برف کے گولے بھی متوالے

ساون بھادو میرے ساتھی
جن سے دھرتی پیاس بجھاتی

مجھ سے پودے بھی اگتے ہیں
پھل بھی مجھ سے ہی پکتے ہیں

پیلا پیلا میٹھا آم
جس کا چرچا خاص و عام

شاہد! سب پر رب کا کرم
توڑے گرمی سب کا بھرم

■

Ali Shahid Dilkash
387/1/203, West Purwasa
Near Purbash Masjid Bilal
Po: Kankinara
Distt.: North 24 PGS- 743126 (WB)
Mob.: 8820239345
shahidali17799@gmail.com

غالب ایاز

سیر سپاٹے کا دن

حلوہ پوری کھائیں گے
پک نک پر ہم جائیں گے
موٹر ایک منگائیں گے
جو بھرتی ہو فراٹا
سیر سپاٹے کا دن ہے!
آؤ خرم اور الہام!
مل جل کر نپٹا لیں کام
پھر کرنا تھوڑا آرام
پر مت لینا خراٹا
سیر سپاٹے کا دن ہے!
آئس کریم کی پارٹی ہو
مکھن والی ٹافی ہو
تھوڑی آپا دھاپی ہو
دور بھگائیں سناٹا
سیر سپاٹے کا دن ہے!
سب سے اچھا ہو برتاؤ
اچھی باتیں پھیلاؤ
اچھے اچھے دوست بناؤ
گندے بچوں کو ٹاٹا
سیر سپاٹے کا دن ہے!

■

Ghalib Ayaz
At - Ahmad Ganj
P.O: Bakhadda
Distt.: Begusarai - 851217 (Bihar)
Mob.: 9871656282
ghalib.ayaz@gmail.com

مسکائے چاند

ولی محمد قاضی

رات اندھیری رک نہ پائے
نور کرن پھیلائے چاند
روشن ہوکر ہر شے چمکے
اجلا روپ دکھائے چاند
تارے ہیں یہ اس کے سپاہی
ان پر حکم چلائے چاند
ساجد، ماجد، پنکی چمیلی
بچوں کے من بھائے چاند
بچوں کے سنگ آنکھ مچولی
دل ہی دل مسکائے چاند
بادل کی چلمن میں چھپ کر
جانے کیوں گھبرائے چاند
روٹھ کے کوئی بچہ روئے
ہنس کر پھر بہلائے چاند
کبھی نظر نہ آئے دن میں
سورج سے شرمائے چاند
آسمان کا ہے وہ رہبر
رستہ یہ دکھلائے چاند

■

Wali Mohammad Qazi
G-105, Tanwar Nagar
At & Po: Kausa, (Mumrbra)
Dist.: Thane- 400612 (Maharashtra)
Mob.: 9819536063
vh_kazi@yahoo.com

نظمیں

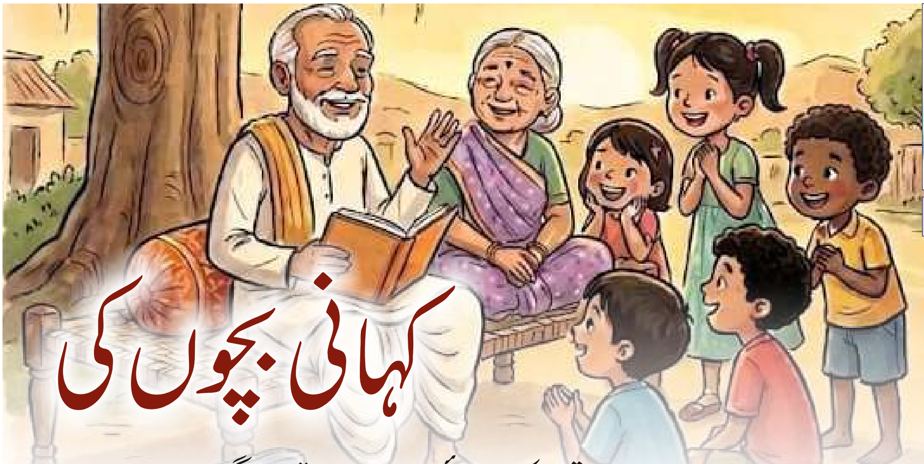

رام

کہانی بچوں کی

کہنے کو تو ساری دنیا
ہے دیوانی بچوں کی
لیکن پھر بھی کبھی کسی نے
بات نہ مانی بچوں کی
بھولے چہرے میٹھی بولی
کریں بیانی بچوں کی
ابا ہیں راجا بچوں کے
امی رانی بچوں کی
آؤ ہم تم کو بتلائیں
رام کہانی بچوں کی
کھیل کھلونے چھوٹ گئے سب
روز کتابیں ڈھوتے ہیں
چھوٹی باتوں پر خوش ہوتے
چھوٹی پر ہی روتے ہیں
آنکھوں میں سپنے ہوتے ہیں
جب جاگیں یا سوتے ہیں
جتنی شیطانی ہے اتنی
ہے نادانی بچوں کی
آؤ ہم تم کو بتلائیں
رام کہانی بچوں کی
بستہ لے کر ٹیوشن جاتے
لوٹتے جب ودیالیوں سے
’آل ورک اینڈ نو پلے‘ نے تو
ہنسی چھین لی ہونٹوں سے
بچے سہتے آئے یہ سب
جانے کتنی صدیوں سے
آپ نئے بچوں سے سنیے
بات پرانی بچوں کی
آؤ ہم تم کو بتلائیں
رام کہانی بچوں کی
ہم دنیا میں نئے نئے ہیں
ہم کو بھی دنیا دکھلاؤ
پربت جھیل سمندر بگیا
دیش ودیش ہمیں گھماؤ
دادی نانی چاچا ماما
کون کہاں رہتے ہیں بتاؤ
اتنی مہنگی ہے کیا آدھی
ٹکٹ کٹانی بچوں کی
آؤ ہم تم کو بتلائیں
رام کہانی بچوں کی
آپ کو بھی معلوم ہے کیونکہ
کبھی آپ بھی چھوٹے تھے
چُچّی سے خوش ہوتے تھے جب
منہ کو پھلا کر روتے تھے
کھیل کود میں من لگتا تھا
کھول کتابیں سوتے تھے
آپ نے بھی تو کی ہوں گی یہ
سب شیطانی بچوں کی
آؤ ہم تم کو بتلائیں
رام کہانی بچوں کی

■

RamKumar
Raghukul, 190, 39 West
Opp Indian Bank, Jujhar
Nagar,Mohali, Chandigarh
Mob.: 8427473129
kumar.ram126@gmaill.com

طارق حبیب

ٹھنڈی چھاؤں

چھوڑ کے آئے اپنا گاؤں
ڈھونڈ رہے ہیں ٹھنڈی چھاؤں

گرمی پھر سے ستانے آئی
کس جا، جا کے راحت پاؤں

سوچ رہا ہوں دل ہی دل میں
گملوں میں کچھ پودے لگاؤں

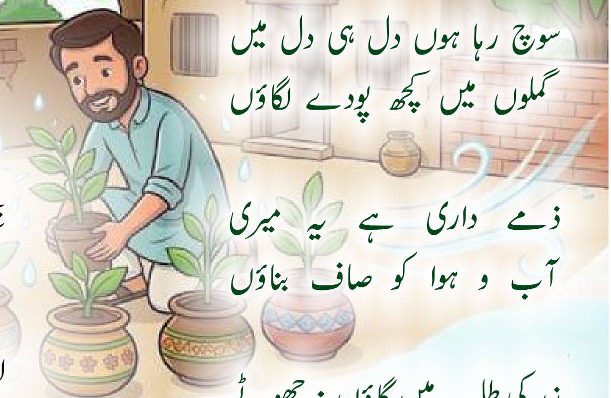

ذمے داری ہے یہ میری
آب و ہوا کو صاف بناؤں

زر کی طلب میں گاؤں نہ چھوٹے
جو بھی ملے بس یہ سمجھاؤں

پیسے سے آزار بڑھے گا
کہیں تمھیں یہ میں بتلاؤں

لوٹوں اپنے کچے گھر کو
کاش بڑھاپا اپنا بتاؤں

مجھ کو یاد رکھے گی دنیا
روشن نام اگر کر جاؤں

Tarique Habeeb
T S H Urdu Centre
E-12 Block, Hauz Rani
New Delhi- 110017
Mob.: 7678229981
tariq30102009@gmail.com

ادریس صدیقی

نئی کالونی

پرانی بستی میں زیادہ تر مزدور رہتے ہیں۔ ان کے کچے، پکے مکان بہت چھوٹے اور بس رہنے کے لائق ہیں۔ کسی نے بانس بلی سے چھت بنا کر اُس پر کالی پلاسٹک کی چادر تان دی تو کسی نے سیمنٹ جیسی دکھائی دیتی نالی دار چادریں لگا رکھی ہیں۔

”یہ پلاسٹک زیادہ دنوں تک نہیں چلتی۔ پھر برسات میں پانی بھی ٹپکنے لگتا ہے۔“ میکو نے اشرف کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”اتنے پیسے کہاں سے لائیں کہ پکی چھت بنا سکیں۔“ ہر ایک کی طرح اشرف کی بھی یہی پریشانی ہے۔

”یہ سیمنٹ کی نالی دار چادر سستی اور اچھی رہتی ہے۔“ میکو نے اپنے تجربے سے بتایا۔

دھیرے دھیرے پرانی بستی میں ہر طرف انھی چادروں کی چھتیں بن گئیں۔ دوسرے غریبوں کی بستیوں کی طرح پرانی بستی بھی قبضے کی ہوئی زمین پر بنی ہے۔

ایک دن بستی میں کئی لوگ آئے۔ انھوں نے برسوں سے وہاں رہنے والوں سے بات چیت کی۔ یہ باتیں کئی دنوں تک شام میں ہوتی رہیں۔ پھر ایک دن بستی میں مٹھائی بانٹی گئی۔ وہاں رہنے والے اچھی رقم لے کر بستی خالی کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ اب یہاں نئی کالونی بنے گی۔

مہیش کو اعتراض ہے۔ ”ہم یہ زمین کیوں چھوڑیں؟ پھر کہاں رہیں گے؟“

”یہ ہماری زمین نہیں ہے۔ کل پولس آ کر خالی

کروائے۔اس سے اچھا ہے کہ موٹی رقم لے کر خالی کر دیں۔‘‘ نھو ان کا چودھری ہے۔ یہ سودا بھی اُسی نے کیا ہے۔

’’لیکن رہیں گے کہاں؟‘‘مہیش اپنی بات پر اڑا ہے۔

’’ایسی ہی کسی دوسری زمین پر‘‘ نھو چودھری نے ہنستے ہوئے کہا،’’اس بار کسی سرکاری زمین پر رہیں گے۔ وہ بھی اسی شہر میں!‘‘

’’چودھری یہ اتنا آسان نہیں۔میکو بولا’’میں تو گاؤں چلا جاؤں گا۔اسی لیے مکان دینے کو تیار ہو گیا۔‘‘

’’کیوں رے شرفو؟ تیری بھی گاؤں میں زمین اور کھیت ہیں؟‘‘ چودھری نے اشرف سے پوچھا جو ہمیشہ میکو کے ساتھ رہتا ہے۔

’’کہاں چودھری۔‘‘ شرفو بتانے لگا۔’’وہاں بھی کھیتوں میں مزدوری کرتا تھا۔‘‘

’’تم لوگ میرا ساتھ دو۔ میں نے زمین بھی دیکھ رکھی ہے اور قبضہ بھی ہو جائے گا۔‘‘ چودھری نے غلط نہیں کہا۔ وہ پوری تیاری کر چکا ہے۔ راجدھانی کی سرحد پر دوسرکاروں کے جھگڑے کی زمین خالی پڑی ہے۔

’’بس ایک رات میں ہی بستی بنانی ہے۔‘‘ انھیں یقین ہے کہ چودھری کامیاب رہے گا اور ایسا ہی ہوا!

پرانی بستی میں مزدوروں کے مکانوں کو توڑا جا رہا ہے۔ یہ کام بلڈوزر کے لیے مشکل بھی نہیں۔’’ان مکانوں میں رکھا ہی کیا ہے؟ کچھ دیواریں یا گارے سے اینٹیں رکھی گئی ہیں۔‘‘ انجینئر بستی توڑنے کے لیے بتانے لگا۔’’چھتیں بھی ایسبیسٹوس چادروں کی ہیں۔‘‘اُس سیمنٹ جیسی دکھائی دیتی نالی دار چادروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔’’یہ تو گراتے ہی چورا بن جائیں گی۔‘‘

’’کیا انھیں سمیٹ کر پھینکنا ہے؟‘‘ٹھیکیدار نے پوچھا۔

’’کیا تمھاری عقل ماری گئی ہے؟‘‘ انجینئر نے ڈانٹ لگاتے ہوئے کہا۔’’یہاں زمین برابر کرنے کے لیے یہی ملبہ کام آئے گا۔تمھیں ٹھیکیدار کس نے بنا دیا؟‘‘

’’صاحب غلطی ہوگئی، اتنی دور کی ہم کہاں سوچ پاتے ہیں۔‘‘ اس نے انجینئر پر مکھن لگایا۔اس کے بعد مزدوروں کے مکانوں کا ملبہ اونچی نیچی زمین پر بچھا دیا گیا۔’’اب مٹی بھی کم ڈالنی پڑے گی۔‘‘انجینئر نے کالونی کے مالکوں سے کہا۔ وہ بھی انجینئر کی ہوشیاری سے خوش ہیں۔ وہاں پچاسوں مکانوں کی ایسبیسٹوس چادروں کا برادہ فرش پر پھیل گیا۔ یہ دیکھنے میں بالکل سیمنٹ لگ رہا ہے۔اُس کے بعد زمین پر مٹی کی تہیں لگائی گئیں۔اس سے زمین نہ صرف پختہ ہوگئی بلکہ برابر بھی۔’’اگر ملبہ نہ بچھاتے تو مٹی ڈالنے کا خرچ بہت زیادہ ہوتا۔‘‘انجینئر اپنی عقلمندی سے بہت خوش ہے۔

دھیرے دھیرے کالونی بننے لگی۔ایک گول پارک کے چاروں طرف پانچ منزلہ عمارتوں میں سیکڑوں مکان بنائے جا رہے ہیں۔ بہت اونچی عمارتیں بنانے پر لفٹ لگانا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی لیے پانچ منزلوں کی ہی عمارتیں بنائی گئی ہیں۔’’یہ اوسط درجے کے لوگوں کے لیے بنی ہے کیونکہ سرکاری اجازت اسی لیے دی گئی۔ ہم بہت مہنگے گھر نہ تو بنا سکتے ہیں اور نہ ہی انھیں بیچ سکیں گے۔‘‘ کالونی بنانے والوں نے اپنی ٹیم کو پہلے ہی یہ بات صاف کر دی تھی۔ اسی لیے ملبے کو فرش اور زمین برابر کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔

کالونی کا گول پارک خوب صورت ہے۔اس میں

گھاس کا میدان ہے اور بچوں کے کھیلنے کا سامان بھی عمدہ لگایا گیا ہے۔ ''گارڈن سٹی میں دور سے دیکھ کر لبھانے کی کچھ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔'' کالونی کے مالک نے انجینئر کو بتایا۔ ''اس لیے پارک میں کھیلنے کا سامان اچھا اور رنگین ہونا چاہیے۔ اس معاملے میں پیسے کی بچت نہیں کرنا۔'' میں سمجھ گیا، گول پارک پبلسٹی کے کام آئے گا۔'' سمجھدار انجینئر نے واقعی بہت خوب صورت پارک بنایا۔ اس کے علاوہ کافی پیڑ بھی لگائے گئے۔ ''بھئی گارڈن سٹی کیوں کہلائے گی اگر کالونی ہری بھری دکھائی نہیں دے گی ۔'' خوشی کا ماحول ہے کیونکہ کالونی بن کر تیار ہو چکی اور لوگوں نے گھر بسانے شروع کر دیے ہیں۔

سال بھر میں کالونی میں رونق آ گئی سبھی مکانوں میں خاندان آباد ہو چکے ہیں۔ پارک میں بچوں کی بھیڑ رہتی ہے۔ اسلم کے بھی دو بچے ہیں جو پارک میں کھیلتے نہیں تھکتے۔

''ناظر صاحب، بھئی پارک بہت خوب صورت بنایا ہے۔ یہاں رہنے کے پیسے وصول ہو گئے۔'' اسلم نے اپنے پڑوسی سے کہا جو اپنی چھوٹی سی بیٹی کو پارک میں کھیلنے کے لیے لائے ہیں۔

وہاں بہت چھوٹے اور گود کے بچے بھی اپنی ماؤں کے ساتھ ہیں۔ ثمینہ کہتی ہے ''تھوڑی دیر کھلی ہوا میں کھیلنے اور رہنے سے بچوں کی صحت اچھی رہتی ہے۔''

''ہاں چھوٹے چھوٹے فلیٹ میں بند رہ کر بچوں کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ یہی بڑے شہروں اور کالونی میں رہنے کے نقصان ہیں۔'' سویتا بھی اپنی بچی گود میں لیے پارک میں گھومنے آئی ہیں۔ اچھی بات یہ ہے کہ پارک بنانے میں عقل کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔'' یہ بات ثمینہ وہاں بنی پتلی لیکن پختہ راہداری کے لیے کہہ رہی ہے جس پر بچوں کے اسٹرولر آسانی سے چل سکتے ہیں۔ وہ اپنے سال بھر کے بیٹے کو اسٹرولر میں ہی لاتی ہے۔

ابھی وہاں رہتے ہوئے لوگوں کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ نئی پریشانی پیدا ہو گئی۔ کالونی کے چھوٹے بچوں میں سانس کی بیماری اتنی تیزی سے پھیلی کہ یہ عام یا معمولی بات نہیں رہی۔ ''اتنے بچوں کو ایک ہی بیماری ہو جائے تو ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔'' کالونی میں باتوں کے علاوہ غصہ بھی ہونے لگا۔ ''اس کی جانچ ہونی چاہیے۔''

''چھوٹے بچوں کے علاوہ بڑے بوڑھوں میں سانس کا مرض بہت زیادہ ہو گیا ہے۔'' کالونی کے سکریٹری نے بتایا۔

''وہ بھی بچوں کی طرح نازک ہوتے ہیں۔ ضرور کوئی وجہ ہے۔'' محلّہ سے الیکشن میں امیدوار ناصر خاں بھی آ گئے اور مورچہ سنبھال لیا۔ سرکاری ڈاکٹروں کی ٹیم آنے میں دیر نہیں لگی جب معاملہ اخباروں میں اچھالا جانے لگا۔ پھر جلد ہی نتیجہ بھی سامنے آ گیا۔

یہاں ایسبیسٹوس کی دھول بہت زیادہ ہے۔ اُس کی وجہ سے یہ بیماری پھیل گئی ہے۔

سٹی گارڈن کی زمین پر ایسبیسٹوس گرد کا بچھا ہوا فرش اپنا رنگ دکھا رہا تھا!

■

ماخذ: زمینی آلودگی پر مبنی کہانیاں، **مصنف:** ادریس صدیقی، **پہلی اشاعت:** 2016، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

انیس اعظمی

بوڑھا گدھ

کل صبح تقریباً ساڑھے دس بجے میں بجلی کے دفتر پہنچا، تاکہ پہلی فرصت میں اپنے ذمے واجب بل کی رقم جمع کرادوں! آج بل جمع کرانے کی آخری تاریخ بھی تھی، غالباً اسی کے سبب، اتنے سویرے بجلی دفتر کی ہر کھڑکی کے باہر لمبی لمبی قطاریں حوصلہ شکنی پر معمور تھیں۔ میں نے ہر سمت نظر دوڑائی کہ شاید کہیں کوئی ایسی کھڑکی موجود ہو جہاں بزرگوں یعنی سینئر سٹیزن کے لیے علیحدہ رقم جمع کرانے کا معقول انتظام ہو، لیکن یہ دیکھ کر مجھے شدید کوفت ہوئی کہ یہاں ایسا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ میں مجبوراً ایک لمبی قطار کے پیچھے کھڑا ہوکر اس لمبی لائن کا حصہ بن گیا۔ 73 برس کی عمر کو پہنچ کر بھی خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک مجھے چلنے پھرنے اور کھڑے رہنے میں کوئی خاص دقت محسوس نہیں ہوتی۔

ایسی لمبی لائنوں میں اب کھڑے ہوکر اکثر مجھے یہ خیال جانے کیوں ستاتا ہے کہ کوئی نوجوان میرے بالوں کی چاندی دیکھ کر میرے قریب آئے گا اور آہستہ سے میری مدد کرنے کی پیش کش کرے گا۔ وہ قریب آکر مجھ سے کہے گا ''انکل آپ بیٹھ جائیے، میں اپنے ساتھ آپ کے بل کی رقم بھی جمع کر دیتا ہوں۔'' افسوس کہ میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا۔لیکن یہ خیال لمبی لمبی قطاروں میں کھڑے ہونے کے دوران جانے کیوں مجھے اب بھی اکثر چھیڑ جایا کرتا ہے۔ جب کہ میٹرو میں سفر کے دوران مجھے بھیڑ میں کھڑا دیکھ کر یا میرے بالوں کی سفیدی کو دیکھ کر اکثر کوئی نوجوان مجھے اپنی سیٹ پر بٹھانے کی ضد کر بیٹھتا ہے۔ ایسے میں اس نوجوان پر میرے بے ساختہ پیار کا امڈ آنا فطری ہے۔

اگلے زمانے میں جب کسی نیک دل یا شائستہ و مہذب شخص کے متعلق گفتگو ہوتی اور اگر کسی بات پر اس کی تعریف ہو رہی ہوتی تو محفل میں موجود بزرگ اتنا ضرور کہتے ”ارے بھائی وہ خاندانی لوگوں میں سے ہیں۔“ خدا جانے دور حاضر کے وہ سارے خاندانی افراد اب کہاں ناپید ہو گئے۔

مجھے اپنی لائن میں کھڑے کھڑے دس منٹ گزر چکے تھے۔ اب تو میرے پیچھے بھی چار پانچ افراد لائن میں موجود تھے، انھیں دیکھ کر اطمینان ہو رہا تھا کہ خیر سے ہمارے پیچھے بھی کئی افراد کھڑے ہیں۔ حالانکہ اس بات پر معصوم بچوں کی طرح بے وجہ خوش ہونے کی کوئی معقول وجہ میرے پاس بھی نہیں تھی لیکن پھر بھی لاشعور میں کہیں یہ بات عجب سے سکون کا احساس دلا رہی تھی۔ میں اپنے ان بوسیدہ خیالوں اور خواہ مخواہ کی خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ سبھی 86-85 برس کے ایک لحیم شحیم، گورے چٹے بزرگ، دائیں ہاتھ میں چار پنجوں والی نفیس اور فینسی چھڑی تھامے، بائیں ہاتھ میں ایک پتلی سی فائل سنبھالے عمدہ لباس، قیمتی جوتوں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ ان کا سرخ چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا اور آنکھوں میں بھی سرخی اُتر آئی تھی۔ ان کا سینہ سانسوں کی تیزی کے سبب سمندر کی لہروں کی طرح اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ انھوں نے بجلی دفتر کی لمبی لمبی قطاروں پر ایک بار پھر طائرانہ نظر دوڑائی۔

انھوں نے اپنی تیز تیز سانسوں کو قابو کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے، وہاں موجود لمبی لمبی قطاروں پر ایک بار پھر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے، ماحول کا ناراضگی کے ساتھ جائزہ لیا۔ ان کی کمر ان کی عمر کے تقاضے کی وجہ سے تھوڑی جھکی ہوئی تھی۔ چشمے کے پیچھے آنکھوں کے نیچے، موٹے موٹے پپوٹے ان کی بزرگی کا اعلان کر رہے تھے۔ وہ چھڑی پر زور دیتے تو ہاتھ میں کپکپاہٹ دور سے نظر آنے لگتی۔ اگلا قدم رکھنے کو پاؤں اُٹھاتے تو تھرتھراہٹ نظر آنے لگتی۔ بزرگ نے اپنے بائیں ہاتھ کے فائل کو دائیں بغل میں لمحہ بھر کو دباتے ہوئے اپنے کان میں لگی سماعت کی مشین کو ٹھیک سے جمایا۔ ان کے چہرے پر اب کچھ اطمینان نظر آیا، گویا جیسے اب وہ پہلے سے زیادہ ٹھیک سے سن پا رہے ہوں۔

بزرگوار نے ایک بار پھر نگاہ دوڑا کر ماحول کا جائزہ لیا، لمبی لمبی قطاروں پر ایک بار پھر طائرانہ نظر دوڑائی۔ ایک لمبی سانس لی اور بلند و گرجدار آواز میں دہاڑتے ہوئے کہا مجھے نوٹس بھیجا گیا ہے۔ نوٹس بھیجا گیا ہے مجھے کہ میری بلی کا کنکشن اگلے ہفتے تک کاٹ دیا جائے گا، اگر میں نے چار روز کے اندر بل کی ادائیگی نہ کی تو۔ کوئی مجھے بتائے گا کہ یہ نوٹس کس بنیاد پر اور کس خوشی میں بھیجا گیا ہے؟... میں ایک ذمے دار شہری ہوں، میرے بزرگوں نے مادر وطن کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ پھر میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟... میں نے اب تک ہمیشہ وقت سے پہلے سارے بل جمع کروائے ہیں..... اور تو اور میں ایک سینئر سٹیزن بھی ہوں۔ آخر میرے ساتھ آپ کا یہ تماشا کیا ہے؟۔“

بزرگ کی آواز تھرتھرانے لگی، ہاتھ کانپنے لگے۔ چہرہ تمتمانے لگا۔ ہال میں کچھ دیر کو سناٹا چھا گیا۔ وہاں موجود ہر شخص انھیں پوری ہمدردی سے دیکھ رہا تھا۔ بزرگ نے بلند اور کرخت آواز میں پھر للکارا ”میں بہت دیر تک کھڑا

نہیں رہ سکتا، میں 86 برس کا بوڑھا کئی بیماریوں میں مبتلا اوراس کے علاوہ ایک شریف انسان بھی ہوں!..... آپ لوگ کیوں میرا اس بڑھاپے میں تماشا بنا رہے ہیں..... کیا مجھے کرسی یا اسٹول مل سکتا ہے۔کیا کوئی خدا کا بندہ میری مدد کرنا چاہے گا؟'' بھیڑ میں سناٹا چھا گیا۔سب ہمدردی سے انھیں دیکھ رہے تھے۔

بزرگ کی بات مکمل ہوتے ہی بجلی کے اس دفتر کی ایک 33-32 برس کی نوجوان افسر جو نفیس ساڑی پہنے ہوئے تھی، بجلی کی رفتار سے چلتی ہوئی چپراسی کے ساتھ بزرگ کے قریب آئی۔ چپراسی نے بزرگ کے سامنے کرسی رکھی۔نوجوان افسر نے بزرگ سے کرسی پر بیٹھنے کی التجا کی اور چپراسی کو پانی لانے کا اشارہ کیا۔پل کی چوتھائی میں پانی بھی آ گیا، بزرگ کو پانی پیش کیا گیا۔انھوں نے کرسی پر بیٹھ کر دو گھونٹ پانی پیا، بزرگوار کے چہرے پر تھوڑا اطمینان دیکھ کر نو جوان افسر نے تھوڑا سا جھکتے ہوئے، نرم لہجے میں کہا ''سر! آپ ان کاموں کے لیے خود چل کر نہ آیا کریں بلکہ اپنے بچوں میں سے کسی کو بھیج دیا کریں۔''

نوجوان افسر کی اس بات پر بزرگ کو غصہ تو بہت آیا جوان کے چہرے پر جھلک رہا تھا۔لیکن انھوں نے اُسے قابو میں کرتے ہوئے تھرتھراتے ہونٹوں سے کمزور آواز میں ٹھہر ٹھہر کر کچھ یوں کہا ''بچے؟ میرے بچے؟ اب وہ میرے بس میں نہیں رہے..... میں نے انھیں اعلیٰ تعلیم دلوائی انھیں مشہور اور بڑے اداروں کی بڑی ڈگریاں دلوائیں..... نتیجتاً وہ اب پردیس کو اپنا دیس بنا چکے ہیں۔ اب میں اپنی حویلی اور اس بھری پری دنیا میں ایک بوڑھے گدھ کی طرح بالکل اکیلا ہوں۔یوں سمجھیے کہ اب میں اپنے حصے کے بڑے سارے برگد کا صرف ایک بوڑھا گدھ ہوں۔'' نوجوان افسر نے بزرگ کے ہاتھ میں کاغذات کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا ''پیپرس مجھے دیجیے، میں آپ کا ریکارڈ دیکھ کر ابھی جتنا ممکن ہو سکے گا، ٹھیک کر دوں گی تاکہ آپ کو آئندہ کوئی پریشانی نہ ہو۔سر! میں آپ کو اپنا موبائل نمبر بھی آپ کی فائل پر لکھ کر دوں گی تاکہ آئندہ جب بھی آپ کو ضرورت پڑے، مجھے فون پر خبر کر دیا کریں..... ٹھیک ہے؟''

بزرگ نے فائل میں رکھا کاغذوں کا پلندہ اس نوجوان افسر کو دیتے ہوئے شفقت سے اس کے چہرے کو دیکھا۔کچھ کہنا چاہا، جذبات سے بھاری ہونٹ تھرتھرائے پر وہ کچھ کہہ نہ پائے۔نوجوان افسر بھی بزرگ کی ذہنی کیفیت سمجھ چکی تھی ۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے ابھی تک اجنبی تھے لیکن ان کی آنکھیں کسی آشنا کی مانند آپس میں گفتگو کرتی رہیں۔اس گفتگو کو وہاں موجود مجمعے نے بھی سنا، دیکھا اور دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا۔نوجوان افسر نے نہ جانے کیوں کرسی پر بیٹھے بزرگ کے سامنے ادب اور احترام سے سر جھکا دیا، اور بزرگ نے نہ جانے کیوں اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ دیا۔لفظ خاموش رہے، گفتگو جاری رہی۔

■

Anis Azmi
C-62, Nar Vihar-1
Sector-34, NOIDA-201307
Mob.: 9891535053
zubair.zoyamanuu.edu.in

یاسمین اختر

بس پانچ منٹ

کہانیاں

’’عبدل!...اٹھو، ہاتھ منہ دھولو... کل رات تم جلدی سو گئے تھے۔تم نے ہوم ورک بھی نہیں کیا تھا... کچھ کھالو پھر ہوم ورک کر لینا۔‘‘ ماں نے عبدل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

’’بس پانچ منٹ!‘‘ کہہ کر عبدل نے اپنی چادر تان لی۔

’’تمھارے اس پانچ منٹ سے تو میں تنگ آ گئی ہوں، تم ہر کام میں بس پانچ منٹ کہہ کر ٹال دیتے ہو، پانچ منٹ، بس پانچ منٹ کر کے تم اپنا وقت برباد کرتے جا رہے ہو، وقت کی قدر کرنا سیکھو، ورنہ ایک دن وقت تمھیں بہت پیچھے چھوڑ جائے گا۔ماں نے پیار سے سمجھایا۔

عبدل پر ان باتوں کا اثر ہی کہاں ہوتا تھا۔ وہ تو بس پانچ منٹ کہہ کر اچھا خاصا وقت برباد کر دیتا تھا۔

ہمیشہ کی طرح اس روز بھی اس کی چھوٹی بہن نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے کہا۔’’میتھ کا ہوم ورک کر لو ورنہ کل کی طرح آج بھی سر تمھاری پٹائی کریں گے۔‘‘

’’چپ کر موٹی!‘‘ عبدل نے بہن کو منہ چڑھایا اور بستر سے نیچے اتر گیا۔

اس نے ہاتھ منہ دھو کر چائے کے ساتھ بسکٹ کھایا اور ہوم ورک کرنے بیٹھ گیا۔عبدل کو ناشتہ کرنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ماں نے ٹفن بکس اس کے بیگ میں ڈال دیا۔

معمول کے مطابق دونوں بھائی بہن اسکول چلے گئے۔اس کی کلاس کے کسی لڑکے نے ہنس کر کہا۔’’آ گیا بس پانچ منٹ!‘‘ عبدل نے برا سا منہ بنایا اور اپنی سیٹ

پر جا کر بیٹھ گیا۔

کلاس روم میں عبدل نے اچھے بچوں کی طرح پڑھائی کی۔ٹفن کی گھنٹی لگی تو وہ اپنے دوست ندیم کے ساتھ کھیل کے میدان چلا گیا۔جلدی جلدی ناشتہ ختم کر کے عبدل جھولا جھولنے لگا۔

ندیم نے کہا۔"ٹفن کا وقت ختم ہونے جارہا ہے عبدل... چلو کلاس چلتے ہیں۔"

"تم چلو، بس پانچ منٹ میں آتا ہوں۔" عبدل نے کہا اور جھولے کی رسی کو پکڑ کر ہولے ہولے جھولنے لگا۔جھولتے جھولتے اس کی آنکھ لگ گئی اور جب آنکھیں کھلیں تو آدھی گھنٹی نکل چکی تھی۔عبدل بھاگتا ہوا کلاس میں آیا۔میتھ کی گھنٹی تھی۔آفتاب سر کلاس لے رہے تھے۔عبدل پر نظر پڑتے ہی مارے غصے کے انھوں نے اس کی پشت پر دو چھڑی لگائی اور کہا۔"جاؤ کلاس کے باہر کھڑے ہو جاؤ۔"

یہ ایک دن کی بات نہیں، روز کا معمول تھا۔بس پانچ منٹ کے چکر میں ہر روز عبدل کو ڈانٹ سننی پڑتی تھی۔کبھی اسکول کے ٹیچروں سے بھی اپنے والد سے کبھی اپنے بڑے بھائی سے۔اس کی چھوٹی بہن اس کو ڈانٹتی نہیں چڑھاتی تھی۔"ارے او پانچ منٹ تمھارا پانچ منٹ کبھی ختم ہوگا یا نہیں؟"

وہ ہاتھ پاؤں پٹک کر غصے کا اظہار کرتا تھا۔ماں ہمیشہ اس کو پیار سے سمجھاتی تھی لیکن وہ اپنی ماں کی بات سنتا ہی کہاں تھا۔

سنیچر کا دن تھا۔عبدل اپنی کلاس کے بچوں کے ساتھ پکنک منانے اپنے شہر سے دور کسی پہاڑی علاقے میں گیا تھا۔اسکول کے دو اساتذہ بھی بچوں کے ساتھ تھے۔پہاڑی کے آس پاس چھوٹے چھوٹے پودے اور پھولوں سے لدی کیاریاں تھیں۔دوسرے بچوں کے ساتھ ساتھ عبدل نے بھی کافی لطف اٹھایا۔

واپسی سے پہلے کلاس ٹیچر نے تمام بچوں کو جمع کر کے کہا تھا۔"تم سب بچے لائن لگا کر کھڑے ہو جاؤ... تم لوگوں سے ملنے کوئی آرہا ہے ... شور مت کرنا.... ایک ایک کر کے مصافحہ کے لیے آگے بڑھتے جانا۔

"جی سر!" سب نے ایک ساتھ آواز لگائی اور ادب سے کھڑے ہو گئے۔عبدل بھی کھڑا تھا۔اس کی نظریں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔وہ کافی دیر تک یوں ہی کھڑا رہا پھر اپنے دوست ندیم سے کہا۔"دیکھو، سامنے دیکھو... رنگ برنگی تتلیاں، کتنی خوبصورت لگ رہی ہیں چلو، پکڑتے ہیں۔"

"نہیں!" ندیم بولا۔"سر نے ادھر ادھر جانے سے منع کیا ہے۔"

"چلو نا، ہم بس پانچ منٹ میں آجائیں گے۔"

"نہیں، میں نہیں جاؤں گا، تم بھی مت جاؤ۔" ندیم نے کہا۔

"میں بس یوں گیا اور یوں آیا۔" کہہ کر عبدل چلا گیا۔ اور جب لوٹ کر آیا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔سب کے ہاتھ میں سونے کا قلم اور چاندی کا ورق تھا۔عبدل بھاگتا ہوا سر کے پاس گیا اور التجا بھری آواز میں کہا۔"سر میرے تحفے؟"

"تم نے آنے میں دیر کر دی ... پانچ منٹ پہلے آتے تو تم بھی ان سے ہاتھ ملاتے۔دعاؤں کے ساتھ

ساتھ اپنے تحفے بھی لے لیتے۔"

"وہ؟... وہ کون سر؟... وہ کون تھے سر؟... آپ بتائیں، میں ان کے پاس جاکر مانگ لوں گا، بتائیے نا سر!"

عبدل بار بار یہی جملہ دہرا رہا تھا۔ ماں بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ اس کو نیند سے جگایا اور پوچھا۔"تم کیا بڑبڑا رہے تھے۔؟"

عبدل کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ اس کا خواب تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ماں کو ساری باتیں بتائیں۔

ماں نے کہا۔"بیٹا! یہ اللہ کی طرف سے تمھارے لیے ہدایت تھی۔ تم ہمیشہ بس پانچ منٹ کہہ کر وقت برباد کرتے ہو۔ اللہ کو پسند نہیں۔ اللہ نے دنیا کی دو قیمتی چیزیں تمھارے ہاتھ میں آنے نہیں دیں، قلم اور کاغذ، جن کی بدولت تم دنیا کی بہت سی نعمتیں حاصل کر سکتے ہو۔

"جی امی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ اب میں ایسا کبھی نہیں کروں گا، وقت کی قدر کروں گا، دل لگا کر پڑھائی کروں گا۔ اس کاغذ اور قلم کا حقدار بنوں گا انشاءاللہ

عبدل نے ماں سے وعدہ کیا۔ ماں نے خوش ہو کر اسے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔

■

Dr. Yasmin Akhtar
C/o Md. Moinuddin
Block Road, AR Complex
Near Jama Masjid
Khutauna Bazaar
Madhubani- 847227 (Bihar)
Mob.: 6299062182

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکی سالانہ خریدار بننا چاہتا رچاہتی ہوں۔

145 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.................................. ...... تاریخ..

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/145 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

Email.: magazines@ncpul.in , 011-26108159: فیکس 011-26109746: فون

دستخط

مصباح انصاری

حوصلے کی چمک

عباد بارہ سال کا ایک دبلا پتلا لڑکا تھا۔ ہر وقت گم صم اور کھویا کھویا سا رہتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں بہت سے سوال ہیں جن کا حل اس کے پاس نہیں جو اس کی الجھن اور خاموشی کا باعث ہے۔ وہ کلاس میں آخری بینچ پر بیٹھتا، کاپی کے کونے پر بے دھیانی میں لکیریں کھینچتا اور اکثر خیالوں میں گم رہتا۔ بظاہر وہ ایک عام سا بچہ تھا مگر اس کے چھوٹے سے دل میں الجھنوں کا ایک سیلاب اُمڈتا رہتا تھا۔ اسے ہمیشہ لگتا تھا کہ وہ دوسروں کے مقابلے کمزور اور کمتر ہے۔ اس سوچ نے اسے احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا تھا۔

اس کے اسکول میں کچھ بچے بہت ذہین اور باشعور تھے۔ وہ ہر سوال کا جواب فوراً دے دیتے، اساتذہ ان کی تعریف کرتے اور امتحان میں نمایاں نمبر حاصل کرتے۔ جب بھی نتیجہ آتا، عباد کا نام فہرست کے درمیان کہیں ہوتا۔ نہ وہ سب سے پیچھے تھا، نہ آگے۔ مگر اس کے لیے یہ درمیان کی جگہ بھی ایک بوجھ کے مانند تھی۔

اس کے والد صاحب ایک سرکاری ملازم تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا ڈاکٹر یا انجینئر بنے۔ عباد کی ماں بھی اکثر یہی کہتیں، ”بیٹا، ہمیں تم سے بہت امیدیں ہیں۔ کم از کم نوے فیصد نمبر تو آنے ہی چاہیے۔“

ان کی یہ باتیں سن کر عباد ہاں میں سر ہلا دیتا، مگر اس کے دل میں عجب سا خوف اُمڈ پڑتا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس سے محبت، اس کی اہمیت، سب کچھ نمبروں سے جڑا ہے۔ اگر اس کے نمبر کم آئے تو شاید وہ قابلِ توجہ نہیں رہے گا۔

ہر شام جب وہ مطالعے کی غرض سے بیٹھتا، کتابیں کھولتا تو الفاظ دھندلے نظر آتے۔ اس کا دماغ بوجھل ہو جاتا اور دل بیٹھ جاتا۔ وہ سوچتا

”اگر میں ناکام ہو گیا تو؟ اگر میں سب کو مایوس کر دوں تو...؟“

اس کے والدین اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے اور اس سے صرف اتنا پوچھتے:

”آج کتنا پڑھا؟ ٹیسٹ کی تیاری کی یا نہیں؟“

اس سے کوئی یہ پوچھنے والا نہیں تھا کہ وہ کیسا محسوس

کر رہا ہے۔ اس کے دل میں کیا چل رہا ہے۔ ایک دن ریاضی کے ٹیسٹ میں اسے کم نمبر ملے۔ گھر جا کر جب اس نے ڈائری دکھایا تو والد صاحب کے چہرے پر ناراضگی چھا گئی۔ غصے میں بول اٹھے،

''یہ کیا ہے عباد؟ اتنی محنت کرواتے ہیں ہم، اور اس کا یہ نتیجہ نکلا ہے؟''

وہ خاموش کھڑا رہا۔ اس کی آنکھیں جھکی تھیں اور پلکیں نم۔ اس رات وہ دیر تک جاگتا رہا۔ اس نے سوچا شاید وہ واقعی کمزور ہے، شاید وہ کبھی اچھا نہیں کر سکتا۔ اس طرح کے خیالات اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ ان سب کے بیچ اس کے دل میں ایک اور آواز ابھر رہی تھی جو چیخنا چاہتی تھی، میں کوشش کرتا ہوں! میں واقعی کوشش کرتا ہوں!''

مگر یہ آواز ہونٹوں تک نہیں آتی تھی۔ اسکول میں بھی وہ کم بولتا۔ دوستوں کے درمیان بیٹھ کر بھی تنہا محسوس کرتا۔ جب کوئی کہتا،''میں نے تو سارا سبق یاد کر لیا!'' تو عباد کے دل میں جیسے کوئی کانٹا چبھ جاتا۔ اسے لگتا وہ سب سے پیچھے رہ گیا ہے۔

اسی سال اسکول میں ایک نئے استاد آئے۔ ان کا نام دانش تھا۔ وہ اردو پڑھاتے تھے مگر ان کا انداز سب سے مختلف تھا۔ وہ صرف کتاب نہیں پڑھاتے تھے، بچوں کے چہرے بھی پڑھتے تھے۔

ایک دن کلاس میں انھوں نے ایک مضمون لکھنے کو دیا، جس کا عنوان تھا:

''میرا سب سے بڑا خوف''

سب بچے لکھنے میں جٹ گئے، عباد نے قلم پکڑا، مگر ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد اس نے لکھا:

''مجھے ڈر ہے کہ میں کبھی کسی قابل نہیں بن سکوں گا۔''

جب سر دانش نے کاپیاں چیک کیں تو عباد کا مضمون پڑھ کر وہ رک گئے۔ کچھ دیر خاموشی سے بیٹھ کر کچھ سوچتے رہے۔ اگلے دن انھوں نے عباد کو اپنے پاس بلایا اور کہا:

''بیٹا، یہ تم نے لکھا ہے؟''

عباد نے آہستہ سے کہا''جی سر''

''کیا تمھیں واقعی ایسا لگتا ہے؟'' سر دانش نے پوچھا۔

عباد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ پہلی بار کسی کے سامنے بول رہا تھا۔

''جی سر... مجھے لگتا ہے میں سب سے پیچھے ہوں۔ ابو بھی مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔''

سر دانش نے کرسی قریب کھینچتے ہوئے کہا،

سنو عباد! نمبر انسان کی قدر کا پیمانہ نہیں ہوتے تم میں بہت صلاحیت ہے، مگر تم خود پر یقین نہیں کرتے۔ یہی تمہاری کمزوری ہے۔''

سر دانش کا یہ جملہ عباد کے دل میں اتر گیا۔

سر دانش نے اسے ایک چھوٹا سا کام دیا۔

''روزانہ ایک صفحہ لکھو، جو تمھارے دل و دماغ میں چل رہا ہو۔ اور ہر ہفتے مجھے دکھاؤ''

عباد نے ہچکچاتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

وہ لکھنے لگا۔ کبھی اپنے خوف کو صفحۂ قرطاس پر ابھار دیتا، کبھی کبھی اپنی امیدوں کو۔ سر دانش ہر صفحے پر اس کی حوصلہ افزائی کرنے والے الفاظ لکھتے لیکن قلم کا رنگ سرخ قلم کی بجائے نیلا ہوتا ہے:

’’بہت خوب!‘‘
’’تمھاری سوچ گہری ہے‘‘
’’خود پر بھروسا رکھو!‘‘

سر دانش کے ان الفاظ نے عباد کے احساسات کو جگا دیا۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ کوئی اس کے نتیجے کے ساتھ ساتھ اس کی محنت بھی دیکھ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی سوچ میں مثبت تبدیلی نظر آنے لگی۔ اب جب بھی وہ ریاضی کا سوال حل نہ کر پاتا تو خود کو سننے کے بجائے سوچتا ’’میں کوشش کروں گا۔ غلطی سیکھنے کا حصہ ہے۔ انسان غلطیوں سے سیکھتا ہے۔‘‘

سر دانش نے اسے پڑھائی کا ایک نیا طریقہ بھی سکھایا۔ چھوٹے چھوٹے اہداف بنانا۔ انھوں نے اسے بتایا،
’’پوری کتاب دیکھ کر گھبراؤ نہیں۔ ایک دن میں صرف ایک باب یا ایک نشست میں صرف ایک ہدف۔‘‘
یہ طریقہ عباد کو آسان لگا، وہ اس پر خوشی خوشی عمل کرنے لگا۔ اب اسے پڑھائی بوجھ نہیں لگ رہی تھی بلکہ وہ اس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

ایک دن کلاس میں سر دانش نے عباد کا نام لیے بغیر اس کا مضمون سب کے سامنے پڑھا اور جماعت کو بتایا کہ،
’’یہ ایک ایسے بچے کا لکھا ہوا مضمون ہے جو بہت حساس اور گہری سوچ رکھتا ہے۔‘‘
سب خاموشی سے سن رہے تھے۔ عباد کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اسے پہلی بار اپنے آپ پر فخر محسوس ہوا۔

کچھ دن بعد سر دانش نے عباد کی جماعت کے بھی طلبا کو ’میرا حوصلہ‘ عنوان پر مضمون لکھنے کو کہا، تمام طلبا نے اپنے اپنے حوصلے کے متعلق مضمون قلم بند کیے۔ عباد نے بھی اپنے جذبات و احساسات کو قلم بند کیا۔

سر دانش نے سب کا مضمون جانچنے کے لیے کاپی جمع کر لی۔ اگلے دن جب سر دانش جماعت میں پہنچے تو سبھی طلبا میں تجسس تھا کہ کس نے سب سے اچھا لکھا ہے؟ سر دانش نے پوری جماعت کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ ’’تمام طلبا کی کوشش شاندار ہے۔‘‘

سر دانش نے سب کے مضمون کے حوالے سے کچھ نہ کچھ بات کی اس گفتگو میں عباد کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے اسے بے چینی ہونے لگی، اس کے اندر ڈر بھی پیدا

ہونے لگا لیکن جیسے ہی سر دانش نے اس کا نام لے کر کہا،

”عباد، تم یہ مضمون خود پڑھو۔“

وہ کھڑا ہوا۔ اس کے اندر تھوڑا ڈر ضرور تھا لیکن اس کا اعتماد پہلے کے مقابلے زیادہ تھا۔ شروعات میں اس کی آواز میں ایک کپکپی ضرور تھی، مگر اس نے پڑھنا شروع کیا اور چند سطر پڑھنے کے بعد اس کا اعتماد و حوصلہ دیکھنے کے قابل تھا۔ جب اس نے مضمون ختم کیا تو کلاس روم تالیوں سے گونج اٹھا۔

یہ تالیاں اس کے لیے نمبروں سے کہیں زیادہ قیمتی تھیں۔

ایک شام سر دانش نے اس کے والدین کو اسکول بلایا۔ انھوں نے ان سے نرمی سے کہا،

”آپ کا بیٹا بہت باصلاحیت ہے۔ اسے دباؤ نہیں، اعتماد اور ساتھ کی ضرورت ہے۔“

والدین نے پہلی بار عباد کی تحریریں دیکھیں۔ وہ حیران رہ گئے۔ ان کے منہ سے نکل پڑا،

”یہ سب ہمارے بیٹے نے لکھا ہے؟

سر دانش نے مسکرا کر کہا،

”جی، بس اسے یقین دلانے کی ضرورت تھی کہ اس میں صلاحیت ہے۔ بس اسے اس کا استعمال کرنا سیکھنا ہے۔“

سالانہ امتحان قریب تھا۔ عباد اب بھی محنت کر رہا تھا، مگر اب اس کے دل میں نہ کوئی خوف تھا اور نہ ذہن میں کوئی سوال۔ اگر کوئی سوال مشکل ہوتا تو وہ گہری سانس لیتا اور خود سے کہتا،

”میں کر سکتا ہوں۔“

نتیجہ آیا تو اس کے نمبر پہلے سے بہتر تھے۔ وہ کلاس میں نمایاں پوزیشن پر آیا۔

مگر اس بار سب سے بڑی تبدیلی اس کے نمبروں میں نہیں، اس کی آنکھوں میں تھی۔ وہاں اعتماد و حوصلے کی چمک تھی۔

گھر میں جب اس نے نتیجہ دکھایا تو اس کے والد صاحب جو کبھی اس سے خفا خفا رہتے تھے مارے خوشی کے اسے گلے لگایا اور کہا، ”ہمیں تم پر فخر ہے، عباد۔“

عباد مسکرایا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی اصل کامیابی یہ تھی کہ اس نے خود کو کمتر سمجھنا چھوڑ دیا تھا۔

اس نے سیکھ لیا تھا کہ ہر انسان کے سیکھنے کی رفتار مختلف ہوتی ہے، ہر دل کی کہانی الگ ہوتی ہے۔ نمبر اہم ہو سکتے ہیں مگر وہ انسان کی قدر کا معیار نہیں بن سکتے۔

عباد اب بھی وہی لڑکا تھا، مگر اس کے اندر ایک نئی روشنی جل چکی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مشکلات آئیں گی، مگر وہ ان کا سامنا کر سکتا ہے۔

کیونکہ اسے ایک ایسا استاد مل گیا تھا جس نے اسے یہ سکھایا:

”خود پر یقین سب سے بڑی طاقت ہے۔“

اور اس دن سے عباد نے طے کر لیا کہ وہ نہ صرف خود پر بھروسا کرے گا بلکہ ایک دن کسی اور عباد کا حوصلہ بھی بنے گا۔

■

Misbah Ansari
T.G.T Urdu
PM Shri Jawahar Navodaya Vidyalaya
Dabhasemar,
Faizabad (Ayodhya)-224133
Mob.: 8858273875
dinmisbah0089@gmail.com

ماں

انور ھادی جنیدی

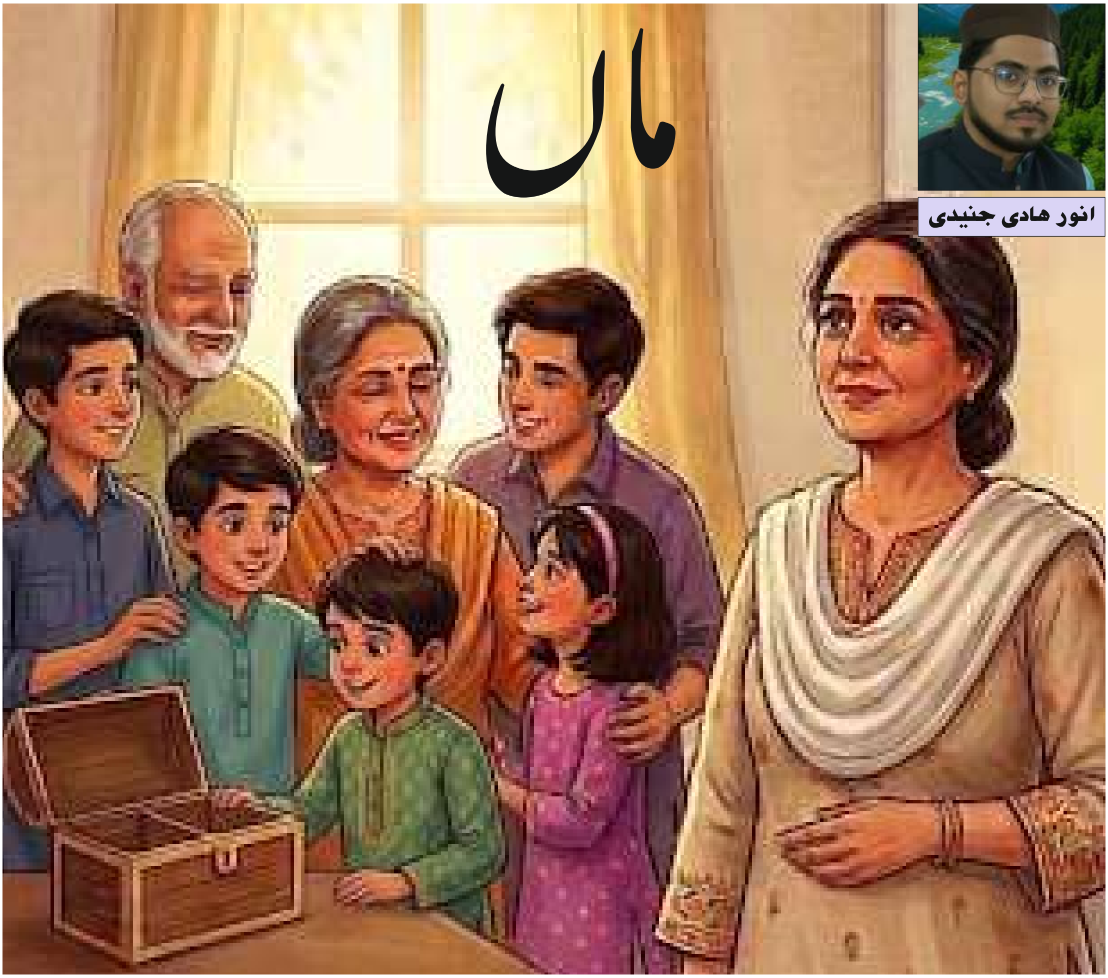

نصیب جان کا نصیب شادی کے بعد واقعی بدل گیا تھا، مگر یہ تبدیلی کسی قیمتی زیور یا خوش رنگ خوابوں کی صورت میں نہیں آئی تھی۔ یہ تبدیلی صبر کے طویل امتحان، خاموش قربانی اور ٹوٹ کر جینے کے ہنر میں ڈھل کر اس کی زندگی میں داخل ہوئی تھی۔ فرحان، اس کا شوہر، ایک سیدھا سادہ انسان تھا۔ نہ باتوں کا شہزادہ، نہ وعدوں کا سوداگر، وہ کم بولتا تھا مگر جو کرتا، پورے دل سے کرتا۔ اس کی خاموشی میں اطمینان تھا اور اس کے رویے میں احترام۔

وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھتا رہا۔ دن مہینوں میں، مہینے برسوں میں بدلتے گئے۔ کچے صحن میں کھیلنے والے بچے آہستہ آہستہ ذمے داریوں کے بوجھ اٹھانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے نصیب جان کو تین بیٹوں اور ایک بیٹی کی دولت عطا کی تھی۔ غربت ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہتی، مگر نصیب جان نے کبھی بچوں کے دل میں احساسِ محرومی کو داخل نہیں ہونے دیا۔ وہ پھٹے ہوئے کپڑوں میں بھی بچوں کے خواب سیتی رہی۔ وہ ماں تھی، اس کے لبوں پر دعائیں تھیں اور دل میں حوصلہ۔ وہ جانتی تھی کہ دولت اگر نہ بھی ہو، تو تربیت کا چراغ بجھنے نہیں

دینا چاہیے۔اس یقین کے سہارے اس نے بچوں کو پالا، بڑا کیا، اور اپنی استطاعت کے مطابق ان کی شادیاں بھی عزت اور وقار کے ساتھ انجام دیں۔

بیٹی رخصت ہو کر اپنے گھر کی ہو گئی۔ دو بڑے بیٹے بھی شادی کے بعد الگ ہو گئے۔ ابتدا میں وہ کبھی کبھار آ جاتے، ماں کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے، دو بول محبت کے کہہ جاتے، مگر رفتہ رفتہ مصروفیت کے پردے میں یہ ملاقاتیں کم ہوتی گئیں۔ نصیب جان کا آنگن ویران ہونے لگا۔ شامیں لمبی اور راتیں خاموش ہو گئیں۔ مگر وہ ماں تھی، دل میں دکھ رکھتی تھی، زبان پر نہیں۔

اب اس کے ساتھ صرف سب سے چھوٹا بیٹا عرفان رہ گیا تھا۔عرفان اس کی آنکھوں کا نور تھا، اس کی سانسوں کی ڈور۔ وہ اسے دیکھتی تو تھکن اتر جاتی۔ وہ اس پر جان نچھاور کرتی تھی۔ شاید اس لیے بھی کہ وہ سب سے چھوٹا تھا یا شاید اس لیے کہ باقی سب اس کی نظروں کے سامنے سے آہستہ آہستہ دور ہوتے گئے تھے۔ نصیب جان اکثر کہا کرتی تھی عرفان ہی کے سہارے میری زندگی ہے، اسی کے دم سے میری سانسیں چل رہی ہیں۔ وقت نے ایک اور موڑ لیا۔ عرفان کے لیے نصیب جان نے چاند اور، پری جیسی نہ سہی، مگر سلیقہ شعار اور قبول صورت لڑکی کا انتخاب کیا اور حسینہ کو بہو بنا کر گھر لے آئی۔ ابتدائی دنوں میں سب کچھ ٹھیک تھا۔ حسینہ بظاہر ادب سے پیش آتی، مگر اس کے دل میں ایک خلش پل رہی تھی۔ اسے یوں لگتا تھا کہ عرفان کی دنیا میں اس کی ماں کا سایہ بہت گہرا ہے اور یہی بات حسینہ کو کھٹکتی تھی کہ عرفان اپنی ماں کو ہر معاملے میں فوقیت دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنی حدیں متعین کرنا شروع کر دیں۔ وقت گزرتا گیا۔ ایک ہی گھر میں فاصلے جنم لینے لگے اور دیواریں بنیں۔ الگ کمرہ، الگ چولہا حسینہ نے بہو ہونے کے فرائض اس خوبی سے ادا کیے کہ ایک گھر دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ نصیب جان سب سمجھتی تھی اور کبھی دل برداشتہ ہو جاتی تو کچھ دیر کے لیے بڑبڑانے لگتی، پھر خاموش ہو جاتی تھی، کیونکہ اس کے لیے یہی کافی تھا کہ عرفان اس کی نظروں کے سامنے ہے، اس چھت کے نیچے ہے۔

زندگی نے ایک اور موڑ لیا۔ نصیب جان کی صحت بگڑنے لگی۔ سانس میں روانی نہ رہی، سینہ بھاری رہنے لگا۔ کبھی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دم گھٹنے لگتا، کبھی بات کرتے کرتے آواز ٹوٹ جاتی۔ ڈاکٹر کے کمرے میں سنائی دینے والے الفاظ اس کے لیے نئے تھے، مگر مفہوم واضح تھا پھیپھڑے کمزور ہو چکے تھے۔ اسپتال کی سفید دیواریں، مشینوں کی آوازیں، اور آکسیجن کا ماسک اس کی دنیا بن گئے۔ اب اس کی سانسیں قدرتی نہ رہیں، بلکہ ایک مشین کے سہارے چلنے لگیں۔ اسپتال سے نصیب جان کو گھر لایا گیا اور گھر میں بھی آکسیجن سلنڈر کا انتظام کیا گیا۔ اس حالت میں بھی وہ شکر ادا کرتی تھی۔ کہتی تھی کہ جب تک سانس ہے اللہ کا شکر ہے۔

ایک دن عرفان کمرے میں داخل ہوا۔ ماں بستر پر لیٹی تھی۔ چہرے پر زردی، آنکھوں میں کمزوری، مگر دل میں وہی ممتا۔ عرفان کچھ دیر خاموش رہا، پھر دھیرے سے بولا ماں، میرا ویزا لگ گیا ہے۔ سعودی عرب میں نوکری ملی ہے۔ یہ الفاظ نصیب جان کے دل پر بم بن کر گرے۔ اس نے کمزور ہاتھ سے آکسیجن کی نلکی کو تھاما، جیسے سانس کو

قابو میں رکھ رہی ہو، اور کہا بیٹا یہ سانسیں تیرے سہارے ہیں۔ تو چلا گیا تو میں کس کے سہارے جیوں گی؟ عرفان کی نگاہ جھک گئی۔ وہ خاموش رہا، پھر بولا ماں! میری بھی زندگی ہے۔ یہ موقع میرے مستقبل کو بدل سکتا ہے۔ ”ایسے موقعے بار بار نہیں آتے“ نصیب جان نے اپنے چہیتے بیٹے کو غور سے دیکھا۔ آنکھوں میں سوال تھے، شکوے تھے، مگر زبان خاموش رہی۔ اس نے خود کو سنبھالا، لبوں پر ایک مصنوعی مسکراہٹ سجائی اور کہا، ہاں بیٹا، تو ٹھیک کہتا ہے۔ جا، یہ موقع تیرے لیے غنیمت ہے۔ میں نے پینتالیس برسوں میں ایسے کتنے ہی موقعے قربان کیے ہیں۔ نصیب جان نے اس کے چہرے کو پھر غور سے دیکھا۔ یہ وہی بیٹا تھا جس پر وہ جان نثار کرتی تھی۔ آج اس کی آنکھوں میں جلدی تھی، وقت کی بے رحمی تھی، نصیب جان نے دل کا درد چھپا کر مسکراہٹ سجالی اور عرفان سے کہا ٹھیک ہے بیٹا اللہ تجھے کامیاب کرے۔ اپنا خیال رکھنا، اور وقت پر کھانا نہ بھولنا۔

عرفان کے سفر کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ سوٹ کیس بندھنے لگے۔ گھر میں خاموشی گہری ہوتی گئی اور ادھر حسینہ اور اس کے باپ کے چہروں پر خوشی تھی۔ نصیب جان کی سانسیں اور بے ترتیب ہوگئیں۔ وہ راتوں کو جاگتی، عرفان کے بچپن کو یاد کرتی، اس کے پہلے لفظ، پہلے قدم، سب اس کی آنکھوں میں تیرنے لگتے۔ جس دن عرفان رخصت ہوا، نصیب جان نے کانپتے ہاتھوں سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعا دی۔ لب ہلے، مگر آواز نہ نکل سکی۔ آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، آکسیجن کی مشین مسلسل چلتی رہی۔ جب جہاز نے فضا میں اڑان بھری، اسی لمحے نصیب جان کی سانسیں بھی پرواز کرگئیں۔

■

Anwar Hadi Junaidi
Managing Editor Afsana Numa
D/No: 9/735, GSM Mansion
Husainia Masjid Road
Agadi Street
Kadapa- 516001 (AP)
Mob.: 7013282616
anwar.hadi786@gmail.com

جواب

1. کشتی نگر	2. جیولن تھرو	3. نیشنل اسال انڈسٹریز کارپوریشن	4. ہسپانوی
5. کم جونگ اون	6. سنجو سیمسن	7. کچھ	8. سورت
9. نئی دہلی	10. خواتین کرکٹ	11. گروگرام	12. انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس
13. پونے	14. اڑیسہ	15. آسام	16. 21(اکیس)
17. 1945	18. کنچن گنگا	19. گینگٹاک	20. گیاجی

اظہر افسر

ڈراما

ایک روپیہ فی مکان

اداکار

کشور:	(بائیس سالہ ایک نوجوان)
حامد:	(چوبیس سالہ ایک نوجوان)
ایجنٹ:	(عمر پچپن سال)

منظر: ایک چھوٹی سی دکان ہے جس پر بہت خوبصورت سا بورڈ لگا ہے۔ ”ایک روپیہ فی مکان“ نیچے لکھا ہے۔ مکانات کے ہر قسم کے کاروبار کیے جاتے ہیں ایک بار ضرور ملیے دکان کے بیچوں بیچ ایک میز اور کرسی رکھی ہے دونوں طرف بینچ پڑے ہیں۔ میز پر موٹے موٹے رجسٹر رکھے ہوئے ہیں بائیں طرف ایک پردہ پڑا ہے کشور اور حامد باتیں کرتے ہوئے دکان میں داخل ہوتے ہیں)

کشور: لو یہ ہے وہ ایجنٹ جس سے میں تمھیں ملانا چاہتا تھا۔

حامد: (دکان کی طرف دیکھتا ہے) کہاں ہے ایجنٹ؟

کشور: ہوگا بھئی اندر ہوگا۔ وہ دکان کھولنے کے بعد اپنا کاروبار چھوڑ کر کہیں نہیں جاتا۔

حامد: (پیسہ پوچھتا ہے) خدا کے لیے بلاؤ جلدی بلاؤ آج میں نے سوچ لیا ہے۔

کشور: کیا سوچ لیا ہے؟

حامد: سوچ کیا لیا ہے پکا ارادہ کرلیا ہے کہ یا تو گھر ڈھونڈ لوں گا یا جہاں ٹھہرا ہوں وہاں واپس ہرگز نہ جاؤں گا۔

کشور: واپس نہیں ہوگے تو کہاں جاؤ گے؟

حامد: کہاں جاؤں گا ندی میں کود پڑوں گا۔ کسی پہاڑ سے چھلانگ لگادوں گا۔ لیکن مجھے اپنی بہن کے گھر رہنا منظور نہیں ہے (جیب سے ایک پڑیا نکالتا ہے)

کشور: یہ کیا ہے؟

حامد: پڑیا ہے۔

کشور: وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ کاہے کی پڑیا ہے!

حامد: زہر کی ہے بڑا تیز زہر ہے۔

کشور: سچ!

حامد: اور کیا میں تو زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔

کشور: لاؤ پڑیا مجھے دے دو (چھین لیتا ہے۔ آؤ فکر نہ کرو یہ ایجنٹ تمھیں کوئی نہ کوئی گھر ضرور دلوا دے گا (پکارتا ہے) جی کھانا کھا رہا ہوں حضور۔ ابھی آیا۔ آپ حضرات تشریف رکھیں۔

کشور: بہت اچھا، بہت اچھا آپ اطمینان سے کھائیے آؤ بھئی حامد بیٹھیں۔

ایجنٹ: تشریف لائیے جناب دو لقمے۔

حامد: جی نہیں شکریہ کھائیے۔

(حامد اور کشور بینچ پر بیٹھ جاتے ہیں)

ایجنٹ: (بھیگے ہوئے ہاتھ لیے جلدی جلدی چلتا ہوا آتا ہے) معاف فرمائیے۔

کشور: ارے آپ نے ہماری وجہ سے کچھ نہیں کھایا۔

ایجنٹ: جی نہیں بہت کھا چکا شکریہ آپ حضرات جب تشریف لائے ہیں تو میں اپنا کھانا ختم ہی کر رہا تھا معاف فرمائیے کوئی رومال ہوگا آپ کے پاس۔

حامد: اپنی جیب سے رومال نکال کر دیتا ہے۔ لیجیے۔

ایجنٹ: (نہایت اطمینان سے ہاتھ پونچھتا ہے) معاف فرمائیے شاید میں اپنا رومال گھر پر ہی بھول گیا خیر کوئی

بات نہیں یہ لیجیے۔
حامد: (برا سا منہ بنا کر رومال لے لیتا ہے) کمال ہے۔
ایجنٹ: خادم کو کمال ہی کہتے ہیں پورا نام تو میرا کمال الدین کمال ہے لیکن سب کمال ہی کہتے ہیں (دانت نکالتا ہے) ہی ہی ہی۔ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔
کشور: کمال صاحب کچھ گھر کے سلسلے میں بات چیت کرنی ہے۔
ایجنٹ: ضرور ضرور فرمایئے آپ اپنا گھر رہن کروائیں گے یا فروخت۔
حامد: فروخت؟
ایجنٹ: جی میرا مطلب ہے آپ اپنا گھر ہراج کروائیں گے یا منہ مانگے دام حاصل کرنا پسند فرمائیں گے۔
کشور: کمال صاحب ہمیں اپنا گھر بیچنا یا رہن رکھوانا نہیں ہے۔ بلکہ خود کے لیے ایک گھر کی تلاش ہے۔
ایجنٹ: (اسی طرح ہنستا ہے) اوہ بہت خوب بہت جناب والا گھر تو بہت ہیں۔ ایک سے ایک نایاب ایک سے ایک عمدہ، سفالی، دیسی کویلو کے، انگریزی کویلو کے، ٹین پوش یا اسطوس شیٹ والے گھروں سے لے کر تین اور چار منزلہ مکانوں تک کچھ باغ بغیچوں والی زمین بھی ہے۔
حامد: (پسینہ پونچھتا ہے) سینئے سینئے ہمیں تو کوئی معمولی سا لیکن اچھا گھر چاہیے۔
ایجنٹ: معمولی اور اچھا (ہنستا ہے) دیکھیے گستاخی نہ ہو تو عرض کروں۔ جو معمولی ہوگا وہ اچھا نہیں ہوگا اور جو اچھا ہوگا ظاہر ہے وہ معمولی نہیں ہوگا۔
حامد: بھئی کیسا بھی ہو ہمیں گھر چاہیے۔
ایجنٹ: یہ یہ بات کی ہے نا جناب والا نے۔ دیکھیے یہ رہی گھروں کی فہرست اور ان کے پتے۔ (میز پر سے ایک بہت موٹا رجسٹر اٹھاتا ہے)
(حامد تھامنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس سے سنبھلتا نہیں)
ایجنٹ: مالک مکان سے چاہے آپ ملیں چاہے ہم ملوا دیں میں اخراجات کمپنی صرف ملنے کی حد تک دس روپے ہوں گے۔
حامد: دس روپے؟
ایجنٹ: جی ہاں مبلغ دس روپے ویسے زیادہ ہوتے ہیں لیکن آپ کشور صاحب کے ساتھ آئے ہیں میں اور کیا عرض کرسکتا ہوں۔
حامد: خیر وہ دے دیں گے۔ کشور؟
کشور: ہاں۔
حامد: یا تو ایک مکان نہیں ملتا تھا یا یہاں ایک سے ایک بڑھیا مکانوں کی فہرست موجود ہے بھئی کمال ہے۔
ایجنٹ: جی خاکسار کو......
حامد: ہمیں معلوم ہے کمال کہتے ہیں۔ کمال صاحب کیا ہر ایک مالک مکان سے ملنے کے دس روپے ہوں گے۔ اس طرح تو نوسو اسی روپے خرچ ہوجائیں گے۔
ایجنٹ: (ہنستا ہے) خوب خوب۔ بہت خوب جناب ہر مالک مکان سے ملنے کے دس روپے نہیں ہوں گے جس مالک مکان سے آپ چاہیں ملیں۔ آپ کو اختیار ہے ہاں جو مکان آپ کو پسند آجائے صرف اس ملاقات کے دس روپے ہوں گے اور۔ اور کمیشن الگ۔
حامد: کمیشن۔
ایجنٹ: جی ہاں صرف سات روپے سینکڑہ یعنی سو روپوں پر سات روپے۔
حامد: سو پر سات روپے میں سمجھا نہیں۔
ایجنٹ: میں۔ میں عرض کرتا ہوں۔ دیکھیے مکانوں کا جو یہ رجسٹر آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں کل اٹھانوے مکانوں کے پتے ہیں۔
حامد: جی۔
ایجنٹ: یہ مکان تین ہزار روپوں سے لے کر تیس ہزار کی ملکیت رکھتے ہیں۔
کشور: تیس ہزار۔
ایجنٹ: تیس ہزار؟ جناب والا اس سے بھی زیادہ ذرا اس نقشے

کو دیکھیے۔ الٹا دیکھ رہے ہیں آپ ایسے دیکھئے جی ہاں۔ یہ بنگلہ بلاشمول خرچ رجسٹری و دیگر اخراجات متفرق پچاس ہزار کی بولی پر رکا ہوا ہے صرف یہی نہیں..... بلکہ... ؟

حامد: ذرا ذرا ایک منٹ قبلہ ایک منٹ ٹھہریئے۔ آپ کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے مجھے مکان زمین یا بنگلہ خریدنا نہیں ہے۔

ایجنٹ: خریدنا نہیں ہے، کچھ فروخت کرنا نہیں ہے تو پھر؟

حامد: میں میں اس غرض سے کشور صاحب کے ساتھ آپ کے پاس آیا ہوں کہ مجھے ایک مکان کرایہ پر چاہیے۔

ایجنٹ: کرایہ پر؟ حقارت سے دیکھتا ہے پھر فوراً ہی سنبھل کر کوئی حرج نہیں۔ کرایہ کے مکان ہمارے ہاں زیادہ تو نہیں ہیں صرف پتے ایسے گھروں کے ہیں جو فوراً کرایہ پر اٹھنے کے لائق ہیں۔

حامد: صرف چار گھر؟

ایجنٹ: جی ہاں صرف چار گھر ہیں جن میں سے تین کے بارے میں آج سہ پہر میں تین بجے تک کوئی آخری جواب مل جائے گا جن تین حضرات نے ان تینوں مکانوں کو دیکھا ہے بتلائے گئے کرایہ پر انھیں پسند ہیں یا نہیں۔ لیکن کوئی حرج نہیں آپ بھی یہ مکان دیکھ سکتے ہیں۔

حامد: ارے واہ صاحب کیوں نہیں۔ یہ، یہ لیجیے۔ (میز میں سے کچھ کاغذ کے پرزے نکال کر دیتا ہے) کمپنی نے ان مکانوں کے پتے الگ الگ چٹوں پر پہلے ہی سے لکھ رکھے ہیں۔

حامد: بے حد شکریہ۔

ایجنٹ: چار روپے عنایت فرمایئے۔

حامد: چار روپے؟ کس بات کے؟

ایجنٹ: جی وہ کمپنی نے آپ کا نام یعنی کہ آپ کا اسم گرامی کمپنی کے معاملہ داروں میں شریک کر لیا ہے۔ اور یہ پتے آپ کے حوالے کر دیے ہیں۔ ویسے تو بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن آپ ہمارے پڑوسی جناب کشور صاحب کے ساتھ تشریف لائے ہیں اس لیے ہی ہی۔ میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔

کشور: دے دو بھئی یہ بہت اصولی آدمی ہیں۔

حامد: پانچ روپے کا ایک نوٹ ایجنٹ کو دیتا ہے لیجیے ایک روپیہ واپس دے دیجیے۔

ایجنٹ: اوہ۔ پانچ روپے کا نوٹ (نوٹ احتیاط سے موڑ کر جیب میں رکھ لیتا ہے) زحمت نہ ہو تو ایسا کیجیے ایک روپیہ جو مجھے آپ کو واپس کرنا ہے کمپنی ہی میں رہنے دیجیے۔ آپ یہ چار مکان دیکھ کر آ جائیں واپسی پر میں آپ کو ایک مکان کا پتہ اور دے دوں گا۔ آداب عرض ہے آداب عرض ہے۔

(حامد اور کشور اٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

ایجنٹ: صاحب جلدی کیجیے ان مکانوں کو دیکھ لیجیے کہیں ہاتھ سے جاتے نہ رہیں۔

کشور: جی ہاں۔ جی ہاں۔ چلو بھئی۔ حامد اب تو خوش ہو جاؤ۔ پانچ روپے میں پانچ مکان برے تو نہیں ہیں۔

حامد: جی ہاں ایک روپیہ فی مکان کیا برا ہے۔

کشور: وہ زہر کی پڑیا دوں تمھیں؟

حامد: اس میں زہر کہاں ہے یار پسا ہوا نمک ہے۔

ایجنٹ: نمک؟ کیا کہا نمک جناب نے نمک ہے آپ کے پاس! لائیے پڑیا۔ مجھے دے دیجیے۔ کھیرے ویسے ہی رکھے ہیں۔ بغیر نمک کے کھیرے میں کبھی نہیں کھاتا۔ واہ واہ لائیے۔ پڑیا۔ اب میں کھیرے نمک لگا کر کھاؤں گا۔

(کشور پڑیا ایجنٹ کے حوالے کرتا ہے)

(پردہ گرتا ہے)

■

ماخذ: بچوں کے ڈرامے، مصنف: اظہر افسر، نویں طباعت: 2019، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

قسط 2

دوسرا آدمی

مصنف: قاسم خورشید
مصور: فجرالدین

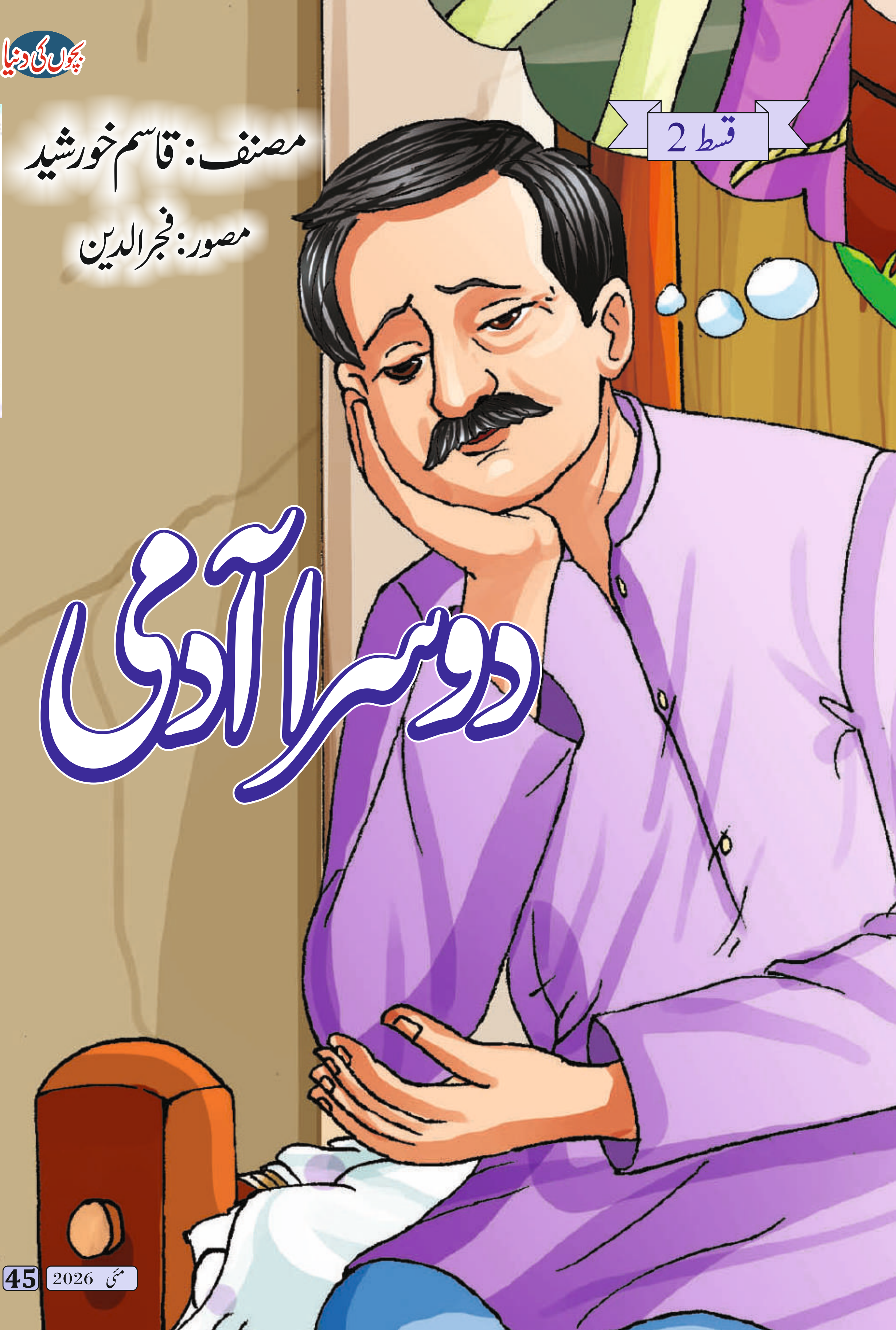

سنگھ نے گاؤں میں جن سے روپے لیے تھے، انھوں نے پہلے ہی مجبوری ظاہر کردی تھی۔ کیسے کیا کیا جائے؟ پھر ایک یہ بات بھی من میں آئی کہ کیوں نہ ٹال کے پاس والی زمین کو گروی رکھ دیا جائے۔ تب یہ فکر بھی ستانے لگی کہ کوئی اس زمین پر قرض نہیں دے گا۔ کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ وہ برسوں سے بنجر پڑی ہے۔ اسی وقت شیخ جمعراتی کا گہرا دوست

شوبا لک مہتو راستے سے گزر رہا تھا۔ منوہر سنگھ نے اسے روک کر اپنی پریشانی بتا ڈالی۔ شوبا لک نے کہا کہ پورا گاؤں جانتا ہے کہ آپ کو بیس پچیس ہزار روپے کی ضرورت ہے، کیونکہ بھوجی بھی جگہ جگہ جا کر بتا چکی ہیں۔ لیکن حال میں لوگوں نے مل جل کر آپ کی بڑی بیٹیوں کی شادی میں جو بھی مدد ہو سکی کر ڈالی تھی۔ اس لیے اب آشا رکھنا بیکار ہے۔ رہی بات شیخ جمعراتی کی تو اس مکھی چوس کے پاس جانے سے تو اچھا ہے لڑکے والوں سے سال دو سال کا وقت لے لو۔

شو بالک مہتو نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ واقعی ابھی کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر بھی وہ ادھیڑ بن میں لگے ہی رہے۔ کئی دنوں کی کوششوں کے بعد جی کڑا کر کے شیخ جمعراتی کے دروازے پر پہنچے۔ وہ اندر بیوی کو زور زور سے ڈانٹ رہا تھا۔

'تم کو عقل نہیں آئے گی۔ مجھ کو برباد ہی کر ڈالو گی۔ دونوں بٹن رکھنے کے لیے دیا تھا، کہاں کھو گیا! پیسہ پیڑ میں نہیں پھلتا ہے۔

لٹادو۔ لٹادو، سارا گھر لٹادو۔ عیش کرو عیش!'

'کیا عیش کرنا۔ کبھی سکھ نہیں ملا۔ روکھی سوکھی پر گزارا کرنا پڑتا ہے۔ دو بٹن! وہ بھی پلاسٹک کے۔ ارے دس پیسے میں مل جائے گا۔ دس پیسے میں۔ کنجوس کو اللہ نہیں بخشنے والا ہے۔'

جھگڑے کا سلسلہ چلتا رہا۔ منوہر سنگھ نے سوچا کہ جو کچھ سنا تھا، اس سے زیادہ سچ ہے۔ دو معمولی سے بٹن کے لیے ایک آدمی اتنا نیچے اتر سکتا ہے، اس سے ہم کیا امید کر سکتے ہیں؟ ایمان سے اچھا ہے واپس لوٹ جائیں، تب ہی شیخ جمعراتی کی آواز منوہر سنگھ کو اور بھی کرخت معلوم ہوئی جب اس نے کہا۔

باقی آئندہ .....

10

نسیم سعید

کچن گارڈن کی تیاری

پیارے بچو! ہری بھری اور رنگ برنگی سبزیاں اور پھل کسے پسند نہیں، ہر ایک انسان کی غذا کا یہ لازمی جزو ہوتی ہیں۔ ان کی عدم موجودگی کی بنا پر گھروں کے دسترخوان تو کیا بڑی بڑی تقاریب بھی نامکمل رہتی ہیں۔ بڑھتی عمر کے کئی بچوں کو پھل اور سبزیاں بہت پسند ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے اُگنے کے دلچسپ سفر کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں تو یہ پسندیدہ پھل اور سبزیاں بھی دلچسپ لگنے لگیں گی۔

پھل اور سبزیاں اگانا ایک فن ہے۔ ہرے بھرے پھلوں اور سبزیوں کی رنگ برنگی دنیا صرف ذائقے کے لیے ہی نہیں ہوتی بلکہ سائنسی معلومات کی فراہمی کے ساتھ ہمیں ہمت و استقلال اور خود اعتمادی کا درس بھی دیتی ہیں۔ کچن گارڈن اس کی عملی و تجرباتی مثال ہے۔ اگر آپ میں فطرت سے معمولی دلچسپی بھی ہو تو خود بیج بونے اور پودے اُگانے سے لے کر پھل و سبزیاں حاصل کرنے کا سفر خوشحالی، خوشگوار اور پرسکون زندگی گزارنے کا کئی درس دے جاتا ہے۔

ہرے بھرے تازہ پھل اور سبزیاں اپنے آپ میں کتنی خوبصورت، خوش رنگ، پرکشش اور جاذب نظر ہوتی ہیں، اُس کے بارے میں سوچنے، قدرت کی عطا کردہ

رمز سہیل

نعمتوں کو محسوس کرنے اور قدرت کی صناعی کو کسی حد تک سمجھنے کے لیے اُس کی تخلیق کے اندر درس قدرت پوشیدہ ہے۔ ذرا سوچیے یہ رنگ اُس میں آتا کیسے ہے؟ کیسے ان پھلوں کو سبزیوں کو اپنی شکل ملتی ہے؟ ایک بیج کو پودا، پودے سے پھول اور پھول سے سبزی و پھل بنتے دیکھنا زندگی کا ایک بہترین اور بے مثال تجربہ ہے ہمارے لیے۔

یہ تجربہ ہم خود اپنی نظروں کے سامنے حاصل کر سکتے ہیں اپنا کچن گارڈن بنا کر۔ کچن گارڈن یعنی اپنے گھر میں ہی اپنا ایک چھوٹا سا باغیچہ بنا کر۔ ایسا باغیچہ بنانا جس میں خود بیج بونا، پودے لگانا اور اس کی دیکھ بھال کرنا۔ اس سے نہ صرف ہمیں بلکہ اس کارخیر سے الفت رکھنے والے ہر انسان کو قدرت سے قریب آنے اور قدرت کو قریب پانے کا موقع عنایت ہوتا ہے بلکہ ہمارے اندر ذمے داری کا احساس، ہمت و حوصلے کے پرورش پانے اور خود اعتمادی کے جذبے جیسی کئی صفات فروغ پاتی ہیں۔

مٹی سے انسان کا بنیادی رشتہ ہے۔ ہم انسان خود مٹی سے رب کی تخلیق کردہ اشرف المخلوقات ہیں۔ مٹی کے لمس کا احساس ہی قدرت کا احساس ہے۔ قدرت سے اپنے رشتے کو مضبوط و مستحکم کرنے کا سفر ہی مٹی سے شروع ہوتا ہے۔ جب ہم خود سے اپنے کچن گارڈن کی زمین میں بیج بوتے ہیں اور اس سے کونپل پھوٹتے دیکھتے ہیں تو ہر روز ہماری جستجو اور دلچسپی میں قابل قدر اضافہ ہوتا ہے۔ پودے کون سے لگانے ہیں، یہ طے کرنے میں ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ ٹماٹر، ہرا دھنیا تلسی یا پودینہ، سب کے اپنے اپنے فائدے ہیں۔ اُن کے استعمالات کے بارے میں ہمیں جاننا چاہیے اور غذائی یا خوردنی اشیا کی تیاری میں ان کی کیا اہمیت ہے، واقف ہونا ضروری ہے۔ ہمارے ذریعے اگائے گئے پودوں کو ان کی نشو ونما کے لیے ضروری اشیا جیسے گوبر کھاد، کیچوا کھاد اور جراثیم کش ادویات کے بارے میں جاننا لازمی ہوتا ہے۔ ان باتوں کو ہمیں صرف کتابوں تک محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ استعمال کے طریقوں کو سیکھنا چاہیے۔ اپنے لگائے گئے باغیچے میں صفائی کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے، ورنہ اچھے خاصے پودے بھی نقصان کا شکار ہو جاتے ہیں۔

خوشنما، خوش رنگ اور الگ الگ شکلوں میں لگنے والے پھل، پھول اور سبزیاں ہر ایک فطرت پسند انسان کا دل موہ لیتی ہیں۔

ایسی صورت میں جب ہمارا من کھل اُٹھتا ہے تو علم و ہنر میں اضافے کی ایک نئی تحریک بیداری آرٹ و فن کی صورت میں ہمارے خواب و خیال میں خود بخود جنم لے لیتی ہے۔ اُس کا آغاز اپنے باغ میں لگے پودوں کو نام دینے، لیبل لگانے خصوصیات کی نشان دہی کرنے، ڈائری بنانے، تصویر میں بیچ کر یکجا کرنے، البم سازی اور من پسند میگزین بنانے سے ہوتا ہے۔ بعد میں یہی سرگرمیاں ہمیں قدرت سے متعلق فکر و تحقیق کے لیے آمادہ کرتی ہیں اور مستقبل قریب کی ہماری اعلیٰ تعلیم کا ضروری جزو بن جاتی ہیں اور قدرت کی تخلیق کردہ نباتات میں دلچسپی لینے کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔

آیئے! اپنے باغیچے کو لگانے کی شروعات ہم کچھ اس طرح کرتے ہیں:

1. ایک خالی گملا، مٹی اور بیج لیں۔ بیج دھنیا، مرچ، پھلی وغیرہ کے لے سکتے ہیں، جو ہمارے گھر کے باورچی خانے میں آسانی سے مل جاتے ہیں۔
2. گملے کو ایک تہائی مٹی سے بھر لیں۔ اب اُس میں بیجوں کو بکھیر دیں۔ دھنیا کے بیجوں کو بیلن سے ہلکا در، درا کر لیں تاکہ وہ بیج دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ اس سے بیجوں کے بونے و اُگنے کا عمل صحیح اور جلدی ہوگا۔ پھر اوپر سے ایک ہلکی پرت مٹی کی بچھا دیں اور تھوڑا پانی چھڑک دیں۔
3. اُس گملے کو روزانہ حسب ضرورت پانی دیں اور تھوڑا دھوپ میں بھی رکھ دیں۔ اُسے جھلی سے ڈھانپ دیں تاکہ آبی بخارات کی وجہ سے بیجوں سے کونپل پھوٹنے میں آسانی ہو جائے۔ حالانکہ دن میں ایک بار کھلا بھی رکھنا ضروری ہے تاکہ ہوا رسانی میں آسانی ہو سکے۔
4. جب بیج اُگ کر پودے یا بیل میں تبدیل ہو جائے تو وقت بوقت اس میں ضروری کھاد ڈالیں۔
5. ایک چھوٹی سی ڈائری یا گارڈن جرنل بنا لیں اور اس میں پودوں میں اضافہ اور کھاد وغیرہ ڈالنے کے نظام الاوقات کی تفصیل درج کر لیں۔
6. ہفتے میں ایک متعین دن اس کی تصویر کھینچ لیں اور موازنہ کریں کہ کتنی نشوونما ہوئی ہے میرے لگائے پودے کی۔
7. آپ چاہیں تو بیج سے لے کر سبزیاں اور پھل آنے تک کی تصویروں کا ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر پوسٹ کر سکتے ہیں۔ باغبانی ہمیں زندگی جینے کا درس دیتی ہے کیونکہ پودے لگانا، اس کی نشوونما ہوتے دیکھنا اور اور سبزیاں و پھلوں کا حاصل کرنا یہیں تک ہماری باغبانی محدود نہیں ہے بلکہ:

1. پودوں کے ساتھ وقت گزار کر ہمیں اپنے قدرتی ماحول کو بہتر سمجھنے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔
2. خود بیج بو کر، کھاد دے کر، پانی دے کر پودا اگاتے ہیں تو خود پر بھروسہ رکھنا، جیسا مثبت قدم فروغ پاتا ہے۔
3. جتنی خوشی پودے کے بڑھنے اور اُس کے پھل و سبزی دینے سے حاصل ہوتی ہے، اُس سے کہیں زیادہ خوشی اُس کے ذائقے سے ملتی ہے۔
4. ہمارے اندر تازہ سبزیاں و پھل توڑ کر، پکا کر کھانے کی عادت پڑتی ہے۔ باہر کے کھانے کی عادت سے دوری بنتی ہے۔
5. آبی تحفظ، مٹی کی نگرانی اور حیاتی تنوع کو سمجھنے کا درس بھی ملتا ہے۔
6. ہمت و استقلال، نظم وضبط اور ذمہ داری کا احساس جیسی چیزیں ہمارے اندر نشوونما پاتی ہیں۔

پیارے بچو! آیئے سچے دل سے اپنے بچپن کی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر خود سے قدرت کو سمجھنے کی مشق کریں اور اس موسم باراں میں اپنے گھر کے آنگن میں کم از کم ایک پودا ضرور لگائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔

■

Naseem Sayeed
M. M. Rabbani High School
Kampti (Maharashtra) - 441001
Mob.: 7798274366
sayeednaseem.2561970@gmail.com

20-20 عالمی کپ 2026 میں ہندوستان کی شاندار فتح

عمران احمد

احمد آباد کے نریندر مودی اسٹیڈیم میں کھیلے گئے دسویں 20-20 عالمی کپ کے فائنل میں لگ بھگ ایک لاکھ چالیس ہزار شائقین کی موجودگی میں ہندوستان نے نیوزی لینڈ کو 96 رن سے شکست دے کر تیسری مرتبہ 20-20 بین الاقوامی کرکٹ کے عالمی چمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ 20-20 عالمی کپ جیتنے والی ہندوستان پہلی میزبان ٹیم ہے۔ ٹاس ہارنے کے بعد پہلے بلے بازی کرتے ہوئے ہندوستان نے مقررہ 20 اوور میں پانچ وکٹ پر 255 رن بنائے۔ سنجو سیمسن نے 46 بالوں پر پانچ چوکوں اور آٹھ چھکوں کی مدد سے 89 رن بنائے اور وہ سیمی فائنل اور فائنل میں پچاس سے بڑی اننگیں کھیلنے والے تیسرے کھلاڑی بنے۔ ان سے پہلے ایسا پاکستان کے شاہد آفریدی نے 2009 میں انگلینڈ میں ہوئے، عالمی کپ میں کیا تھا۔ جب کہ ہندوستان کے وراٹ کوہلی نے 2014 میں بنگلہ دیش میں ہوئے 20-20 عالمی کپ کے سیمی فائنل اور فائنل میں نصف سنچریاں بنائی تھیں۔ ہندوستان کے دوسرے افتتاحی بلے باز ابھیشک شرما نے 21 بالوں پر چھ چوکوں اور تین چھکوں کی مدد سے 52 رن بنائے جب کہ تیسرے نمبر پر آنے والے ایشان کشن نے 39 منٹ میں 25 بالوں پر چار چوکوں اور اتنے ہی چھکوں کی مدد سے 54 رن بنائے۔ 20-20 بین الاقوامی کرکٹ میں دسواں اور 20-20 بین الاقوامی کرکٹ کے کسی فائنل میں یہ پہلا موقع تھا جب پہلے تین بلے باز نصف سنچریاں بنانے میں کامیاب رہے۔

نیوزی لینڈ کے سبھی کھلاڑی 19 اوور میں 159 رن بنا کر آؤٹ ہوئے جس کی وجہ سے ہندوستان کو 96 رن سے کامیابی ملی۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے اس کے افتتاحی بلے باز ٹم شیفرٹ نے 26 بالوں پر دو چوکوں اور پانچ چھکوں کی مدد سے 52 رن بنائے اور اس طرح وہ 20-20 عالمی کپ کے سیمی فائنل اور فائنل میں نصف سنچریاں بنانے والے چوتھے بلے باز ثابت ہوئے۔ ہندوستان کے تیز بالر جسپریت بمراہ نے چار اوور میں 15 رن دے کر چار کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا جو 20-20 بین الاقوامی کرکٹ میں ان کی سب سے اچھی بالنگ کارکردگی ہے۔ انھیں مین آف دی میچ ملا اور سنجو سیمسن مین آف دی سیریز قرار دیے گئے۔ انھوں نے اس ٹورنامنٹ میں پانچ میچوں کی پانچ اننگوں میں 321 رن بنائے۔

20-20 عالمی کپ جیتنے پر فاتح ٹیم ہندوستان کو 2,340,000 امریکی ڈالرز یعنی 21.5 کروڑ روپے انعامی رقم کا چیک ملا۔ نیوزی لینڈ کو ہندوستان سے آدھی رقم یعنی 1,17,000 امریکی ڈالرز کا چیک ملا جو ہندوستانی کرنسی میں 10.75 کروڑ بنتے ہیں۔ سیمی فائنل میں ہارنے

والی دونوں ٹیموں جنوبی افریقہ اور انگلینڈ کو 675,000 ڈالرز یعنی 6.20 کروڑ روپے کا چیک ملا۔

ہندوستان نے پہلی مرتبہ 20-20 عالمی کپ جنوبی افریقہ کی سرزمین پر 2007 میں جیتا تھا۔ جہاں اس نے فائنل میں پاکستان کو پانچ رن سے شکست دی تھی۔ دوسری مرتبہ 2024 میں جنوبی افریقہ کو ہرا کر ہندوستان نے جیت درج کی۔

ویسٹ انڈیز اور انگلینڈ نے دو دو مرتبہ 20-20 عالمی کپ جیتا ہے۔ انگلینڈ نے پہلی مرتبہ 2010 اور دوسری مرتبہ 2022 میں کامیابی حاصل کی۔ ویسٹ انڈیز نے 2012 اور 2016 میں 20-20 عالمی کپ کا یہ خطاب اپنے نام کیا جب کہ 2009 اور 2014 میں پاکستان اور سری لنکا جیسی ٹیمیں اس کپ کو حاصل کرنے میں کامیاب رہیں۔

اس مرتبہ جن 20 ٹیموں نے عالمی کپ میں شرکت کی تھی ان کو چار گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ گروپ اے ہندوستان، پاکستان، امریکہ، نیدرلینڈس اور نامیبیا پر مشتمل تھا جب کہ گروپ بی میں زمبابوے، سری لنکا، آسٹریلیا، آئرلینڈ اور عمان کو رکھا گیا تھا۔ ویسٹ انڈیز، انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ، اٹلی اور نیپال کو گروپ سی میں جگہ ملی تھی جب کہ متحدہ عرب امارات، جنوبی افریقہ، نیوزی لینڈ، افغانستان اور کنیڈا گروپ ڈی میں تھیں۔ ہر گروپ سے پہلے دو مقام پر رہنے والی ٹیمیں سپر آٹھ میں کھیلنے کی مستحق قرار پائیں جن کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ گروپ A میں ہندوستان زمبابوے، ویسٹ انڈیز اور جنوبی افریقہ کو رکھا گیا تھا جب کہ گروپ B میں پاکستان، انگلینڈ، سری لنکا اور نیوزی لینڈ کی ٹیمیں شامل تیں۔ ہر گروپ سے پہلی دو پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیمیں سیمی فائنل میں پہنچیں۔ پہلے سیمی فائنل میں نیوزی لینڈ نے جنوبی افریقہ کو نو وکٹ سے شکست دے کر دوسری مرتبہ فائنل میں اپنی جگہ بنائی جب کہ دوسرے سیمی فائنل میں ہندوستان نے انگلینڈ کو سات رن سے ہرا کر چوتھی مرتبہ فائنل میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہی۔

اس ٹورنامنٹ میں 54 میچوں کی 106 اننگوں میں 152 کھلاڑیوں نے 780 چھکے مارے جو ایک 20-20 عالمی کپ میں سب سے زیادہ چھکے ہیں۔ پاکستان اور نیوزی لینڈ کے مابین میچ ٹاس کے بعد بارش کی نذر ہوا تھا جب کہ زمبابوے اور آئرلینڈ کے درمیان ٹاس بھی نہیں ہوسکا تھا۔ ٹاس کے بعد میچ ریکارڈ بک کا حصہ بن جاتا ہے جب کہ اگر ٹاس نہ ہو تو وہ میچ شمار نہیں کیا جاتا۔ ایک 20-20 عالمی کپ میں اس سے پہلے سب سے زیادہ چھکے 2024 میں امریکہ اور ویسٹ انڈیز کی مشترکہ میزبانی میں ہوئے عالمی کپ میں مارے گئے تھے۔ اس ٹورنامنٹ میں 52 میچوں کی 103 اننگوں میں 136 بلے بازوں نے 517 چھکے جڑے تھے۔ جہاں تک انفرادی طور پر چھکے لگانے کا سوال ہے تو اس میں سب سے زیادہ چھکے ہندوستان کے افتتاحی بلے باز سنجو سیمسن نے مارے ہیں۔ اس ٹورنامنٹ میں انھیں پانچ میچوں میں کھیلنے کا موقع ملا جن کی پانچ اننگز میں انھوں نے 321 رن بنائے جس میں 24 چھکے شامل ہیں۔ نیوزی لینڈ کے افتتاحی بلے باز فن ایلن چھکے لگانے کے معاملے میں دوسرے مقام پر رہے۔ انھوں نے نو میچوں کی آٹھ اننگوں میں 298 رن بنائے جس میں 20 چھکے شامل تھے۔ ویسٹ

20-20 عالمی کپ کے فائنل میں داخل ہونے والی ٹیمیں

سال	مقام	فاتح ٹیم	ہارنے والی ٹیم	فرق
2007	جوہانسبرگ	ہندوستان	پاکستان	5 رن
2009	لارڈز	پاکستان	سری لنکا	8 وکٹ
2010	برج ٹاؤن	انگلینڈ	آسٹریلیا	7 وکٹ
2012	کولمبو	ویسٹ انڈیز	سری لنکا	36 رن
2014	میرپور، ڈھاکہ	سری لنکا	ہندوستان	6 وکٹ
2016	کولکاتہ	ویسٹ انڈیز	انگلینڈ	4 وکٹ
2021	دبئی	آسٹریلیا	نیوزی لینڈ	وکٹ
2022	ملبورن	انگلینڈ	پاکستان	5 وکٹ
2024	برج ٹاؤن	ہندوستان	جنوبی افریقہ	7 رن
2026	احمدآباد	ہندوستان	نیوزی لینڈ	96 رن

انڈیز کے شائی ہوپ نے سات میچ کھیلے، ان کی سات انگوں میں 248 رن بنائے جس میں 19 چھکے لگا کر وہ تیسرے سب سے زیادہ چھکے لگانے والے بلے باز رہے۔ سب سے زیادہ چھکے لگانے میں مشترکہ طور پر چوتھا مقام ہندوستان کے ایشان کشن اور پاکستان کے صاحب زادہ فرحان نے حاصل کیا۔ ایشان کشنے نو میچوں کی نو انگوں میں 317 رن بنائے جس میں 18 چھکے شامل تھے۔ صاحب زادہ فرحان نے اس عالمی کپ میں سب سے زیادہ رن بنائے۔ وہ سات میچوں کی چھ انگوں میں 383 رن بنانے میں کامیاب رہے جس میں انھوں نے 18 چھکے بھی لگائے۔

اس مرتبہ تین بلے باز ایک انگ میں آٹھ چھکوں کے ساتھ ایک انگ میں مشترکہ طور پر سب سے زیادہ چھکے لگانے والے بلے باز رہے۔ سری لنکا کے داسن شانا کا کے 76 رن کے اسکور میں 8 چھکے شامل ہیں۔ نیوزی لینڈ کے فن ایلن اور ہندوستان کے سنجو سیمسن نے 89 رن کے اسکور میں آٹھ آٹھ چھکے لگائے۔

ہندوستان کو اس عالمی کپ میں سب سے زیادہ چھکے لگانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس کے نو کھلاڑیوں نے کل 106 چھکے مارے۔ یہ 20-20 بین الاقوامی ٹورنامنٹ میں پہلا موقع تھا جب کسی ٹیم کے کھلاڑی سو سے زیادہ چھکے مارنے میں کامیاب رہے۔ ویسٹ انڈیز کے نو کھلاڑیوں نے 76 مرتبہ بال کو باونڈری لائن کے باہر پہنچایا۔ جنوبی افریقہ کی جانب سے آٹھ بلے بازوں نے 72 چھکے مارے۔

■

Imran Ahmad
2111, Rodgram, Lalkuan
Delhi -110006
9210806296
imran.rod.gran@gmail.com

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل سے شائع ہونے والی تازہ مطبوعات ایک تربیتی ورکشاپ کا نتیجہ ھیں۔ اس ورکشاپ میں تخلیق کاروں کے ساتھ نو عمر بچوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ جنھوں نے کہانیاں سننے کے بعد اپنے تاثرات کا بھی اظہار کیا۔(ادارہ)

میں ہی مالک
میں ہی نوکر

مصنف: پروفیسر اعجاز علی ارشد

صفحات:28 قیمت:30 سنہ اشاعت:2025

ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

مبصر: ڈاکٹر سید محمد عارف

الہ آباد یونیورسٹی، 49B/15، پریاگ راج یوپی-211001

پروفیسر اعجاز علی ارشد اردو زبان وادب کی ایک معروف علمی ،ادبی اور فکری شخصیت کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اردو دنیا میں ان کی شناخت شاعر، محقق اور نقاد کی ہے۔ ان کی شاعری اور نثری تحریریں: خاص طور پر جدید غزل پر ان کا کام ادبی حلقوں میں کافی سراہا جا رہا ہے۔ اپنے مضمون ''نئی غزل کی علامتیں'' میں اردو غزل میں علامتوں کے استعمال کی مختلف صورتوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: ''علامتوں کی ایک صورت تو آفاقی اور Universal ہے ایسی صورت میں علامتوں کے مفاہیم نہ صرف متعین ہو جاتے ہیں بلکہ اکثر لوگوں کے علم میں ہوتے ہیں، دوسری صورت جو ہوتی ہے جسے ہم ذاتی یا شخصی کہہ سکتے ہیں اور اس صورت میں علامتوں کا مفہوم عام نہیں بلکہ نامعلوم ہوتا ہے اور تخلیق کار کے ذہن میں محفوظ رہتا ہے۔'' پروفیسر اعجاز علی ارشد کی غزلیں، نظمیں اور کہانیاں ادبی جرائد میں شائع ہوتی رہتی ہیں انھوں نے اردو ادب پر کئی اہم کتابیں تحریر کی ہیں جن میں چند معروف کتابیں درج ذیل ہیں۔

دھوپ کا مسافر (شعری مجموعہ)

اسلوب اور معنی (1989)

نذیر احمد کی ناول نگاری

بہار کی بہار (تاریخ ادب اردو)

توبۃ النصوح: تلخیص وتجزیہ

ہم عصر اردو فکشن: چند زاویے

پروفیسر اعجاز علی ارشد مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسٹی، پٹنہ کے سابق وائس چانسلر (Vice-Chancellor) بھی رہ چکے ہیں۔

زیر تبصرہ کہانی ''میں ہی مالک میں ہی نوکر'' کے خالق پروفیسر اعجاز علی ارشد ہیں۔ اس کہانی میں انسانی جسم کے قیمتی عضو بدن کے بارے میں بڑی سلاست اور خوبصورتی کے ساتھ مختلف مثالوں کے ذریعے یعنی انسانی دماغ کی ساخت و بناوٹ اور اس کی کارکردگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دماغ کی بدن کے تمام عضو پر حکمرانی اور تسلط و کنٹرول کی وضاحت، بدن کے سب سے مضبوط اور محفوظ ڈھانچے کے اندر اس کا بند ہونا، جسم انسانی پر ہونے

والے بیرونی اور اندرونی خطرات کو محسوس کرنا اور ان کو دور کرنے کا حل تلاش کرنا، بدن کے دیگر تمام اعضا کی حفاظت میں لگاتار مشغول رہنا وغیرہ۔ اس کہانی میں پروفیسر اعجاز علی ارشد نے دماغ کو آٹھواں عجوبہ بتایا ہے بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ یوں سمجھو کہ اس کے مقابلے میں دنیا کے باقی ساتوں عجائبات کی اہمیت صفر کے برابر ہے۔ اس کی بناوٹ جیلی کی طرح لجلجے بھورے اور سفید ذرات سے بنا ہوا ایک اعشاریہ تین چھ (1.36) کلوگرام وزن کا چھوٹا سا حصہ ہے۔جس کی بناوٹ دنیا کی جدید ترین مشینوں کی بناوٹ سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔دنیا کا کوئی کمپیوٹر ایسا نہیں ہے جو دماغ کی طرح قسم قسم کے کام کر سکے۔دماغ انسان کو ایک وقت میں ایک ہی کام کرنے کی اجازت دیتا ہے۔وہی کام جو زیادہ ضروری ہو یا پھر زیادہ پسندیدہ ہو،کہانی میں دماغ کو ایک وسیع براعظم سے تعبیر کیا گیا ہے۔اس کے بارے میں تحقیق کرنے والے اب تک اس کی سطح پر پائی جانے والی باہری لکیروں میں ہی الجھے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کہانی میں نئی نسلوں کو ان اشیا سے دور رہنے کی ہدایت بھی دی گئی ہے جو ذہن (دماغ) انسانی کی تخریب اور مختلف امراض کا سبب قرار پاتے ہیں۔اس کہانی میں معاشرے میں موجود برائیوں جیسے شراب یا کسی طرح کی نشہ آور اشیا سے دوری (جو دماغ کی صحت کے لیے مضر ہے) کی ہدایت دی گئی۔

یہ کہانی تعلیمی لحاظ سے بچوں کے علم میں اضافہ کرتی ہے ساتھ ہی خلقت خداوندی کی خلاقیت پر یقین محکم کا احساس دلاتی ہے۔ذہن انسانی جس کو کہانی میں آٹھواں عجوبہ بتایا گیا ہے یہی دنیا کی ہر انسانی تخلیق کا سبب ہے۔ کمپیوٹر ہو یا راکٹ سائنس یا پھر مصنوعی ذہانت۔دنیا کی ہر ترقی یافتہ چیزیں ذہن انسانی کی ہی مرہون منت ہیں۔ یہی دماغ ہمیں دنیا کی تمام مخلوقات میں بالاتر اور اشرف المخلوقات بناتا ہے اور اس کے خالق یعنی اللہ کو احسن الخالقین ثابت کرتا ہے۔

یہ کہانی مختلف زاویہ نظر سے مفید اور معلوماتی ہے۔ سائنسی معلومات کے پہلو سے بھی کہانی ایک خاص اہمیت کی حامل ہے جس سے طلبہ کے اندر سائنس کے رجحان پیدا ہوتے ہیں اس کہانی میں مختلف مثالوں کے ذریعے طلبا کو ایک پیغام اور میسج دیا گیا ہے کہ ان چیزوں سے دوری اختیار کریں جو مخرب صحت ہیں۔اس طرح یہ کہانی اپنے مختلف پہلوؤں کے سبب خاص اہمیت کی حامل ہے۔کہانی کی یہ لائنیں ''آپ نے سورج اور چاند کو ایک متعین وقت پر طلوع اور غروب ہوتے دیکھا ہوگا: آپ نے یہ بھی سنا ہوگا کہ مرغی کے ایک انڈے سے دو بچے پیدا ہوئے؛ آپ نے کہیں نہ کہیں یہ بھی پڑھا ہوگا کہ ایک آدمی کا دل ہٹا کر بھیڑ کا دل لگا دیا گیا؛ یہ ساری باتیں حیرت انگیز ہیں لیکن میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ سب سے زیادہ حیرت انگیز میں ہوں؛ قدرت کا سب سے پیچیدہ نظام' دماغ کی اہمیت پر بخوبی روشنی ڈالتی ہیں اور تمام عضو بدن میں دماغ کی اہمیت و انفرادیت کی وضاحت کرتی ہیں۔

■

Dr. Syed Mohammed Arif
University of Allahabad
49B/15, Stanley Road, Bailey Colony
Prayagraj, UP- 211001
Mobile:7705964091

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

جنرل نالج بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب وثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہوجائیں گی۔ (ادارہ)

1. گوتم بدھ کی وفات اتر پردیش کے کس شہر میں ہوئی تھی؟
2. نیرج چوپڑا کا تعلق کس کھیل سے ہے؟
3. NSIC کا فل فارم بتائیں؟
4. کولمبیا کی بڑی آبادی کون سی زبان بولتی ہے؟
5. شمالی کوریا کے سپریم لیڈر کا نام بتائیں؟
6. (20-20) عالمی کپ 2026 کا مین آف دی سیریز کس کو قرار دیا گیا؟
7. رقبے کے اعتبار سے ہندوستان کا سب سے بڑا شہر کون سا ہے؟
8. ہندوستان کے کس شہر کو ''ہیروں'' کا شہر کہا جاتا ہے؟
9. NSD کس شہر میں واقع ہے؟
10. ہرمن پریت کور کس کھیل سے جڑی ہوئی ہیں؟
11. باٹا کمپنی کا ہندوستانی صدر دفتر کہاں پر واقع ہے؟
12. IISC کا فل فارم بتائیں؟
13. فلم اینڈ ٹیلی ویژن انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا (FTII) کس شہر میں واقع ہے؟
14. ہندوستان کا سب سے بڑا باندھ کس صوبے میں ہے؟
15. چائے پتی کی سب سے زیادہ پیداوار کس صوبے میں ہوتی ہے؟
16. ہندوستان میں کل کتنے IIM ہیں؟
17. UNESCO کا قیام کب عمل میں آیا تھا؟
18. دنیا کے تیسرے سب سے اونچے پہاڑ کا نام بتائیں؟
19. سکم کی راجدھانی کا نام بتائیں؟
20. شہر گیا کا نیا نام کیا ہے؟

(جواب صفحہ نمبر 41 پر ملاحظہ فرمائیں)

سعدیہ ولد محمد جاوید، کلاس آٹھویں C، اسلامیہ گرلز سینئر سیکنڈری اسکول مالیر کوٹلہ پنجاب

زینہ حریم، کلاس: کلاس اول، ہیریٹیج انٹرنیشنل اسکول، ناگپور (مہاراشٹر)

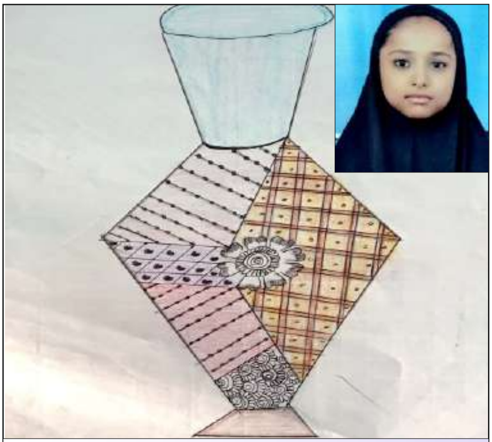

خدیجہ بی زبیر احمد ٹیلی، کلاس 7 ویں- نشاط ہائی اسکول، شہادا، مہاراشٹرا

عنایہ فاطمہ، درجہ پنجم، سینٹ ٹریسا سیکنڈری اسکول
ڈائمنڈ ہاربر روڈ، کولکاتہ (مغربی بنگال)

ضیا غضنفر انصاری، کلاس: ۷ ویں، نشت ہائی اسکول، شہادا، (مہاراشٹرا)

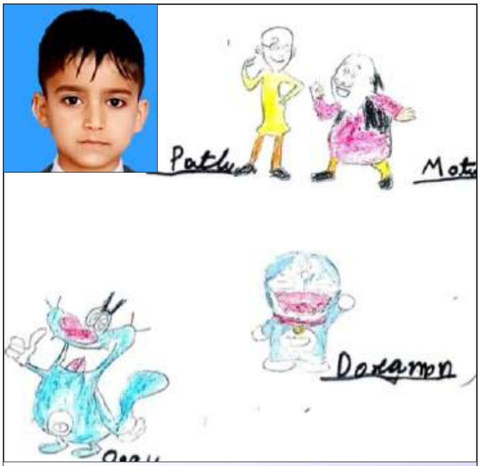

صافی اللہ قریشی، کلاس: پہلی، اسکول: آرمی گڈول اسکول بونیار

مریم خانم بنت عابد علی خاں، کلاس 4th، الفلاح پبلک اسکول مالیر کوٹلہ پنجاب

زیبا انجم الہدیٰ بنت نجم الہدیٰ، درجہ - آٹھویں
سی بی ایس ای پبلک اسکول، گوپال گنج، بہار 841428

شاہی عالم، کلاس: 2، دارالہدیٰ اسلامک اکیڈمی
بھیم پور، بربھم (ضلع)، مغربی بنگال

صبیحہ رئیس داؤ، کلاس: پانچویں (سیمی اردو)
وشال مہاراشٹرا ایجوکیشن سوسائٹی کا اردو پرائمری اسکول۔ مہاراشٹر، پونے۔13

ارسلان ظہور محمد، نزدیک کھیر خانی گلی صحت کوہ برہانپور، مدھیہ پردیش 450331

رومانہ خاتون، کلاس چھٹی، شہر فرید آباد

ماہین شہاب، درجہ اول، ٹرینٹی پبلک اسکول، کولکاتہ

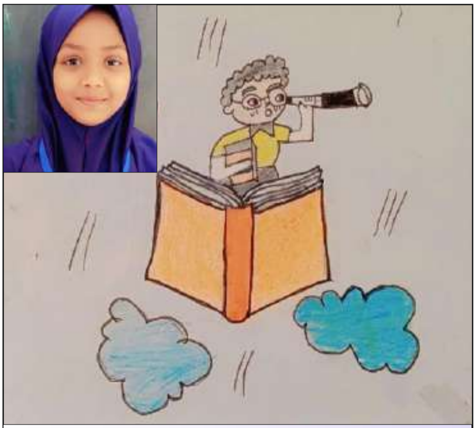

مہک شاکر کھٹیک، کلاس ساتویں، زیڈ پی اردو اسکول کاج گاؤں

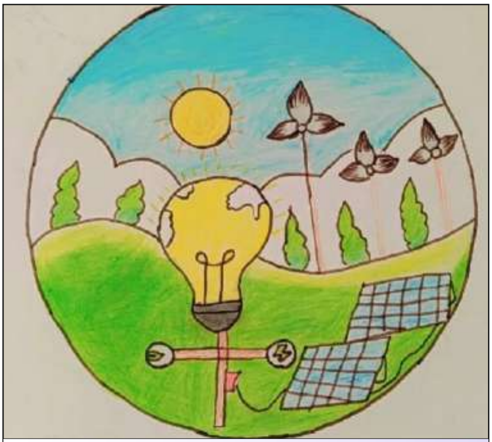

مہک کامل کھٹیک، کلاس: ساتویں، زیڈ پی اردو اسکول کاج گاؤں

مصباح ریاض کھٹیک، کلاس: ساتویں زیڈ پی اردو اسکول کاج گاؤں

زویا نثار علی، کلاس: آٹھویں، زیڈ پی اردو اسکول کاج گاؤں

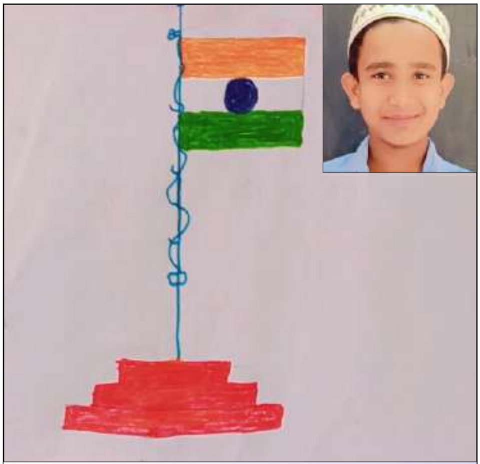

انس الطاف کھٹیک، کلاس: ساتویں، زیڈ پی اردو اسکول کاج گاؤں

قلم کاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلم کاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلم کار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, मई 2026, वर्ष 14, अंक 05
BACHON KI DUNIYA Monthly, May 2026 Vol. 14, Issue: 05
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/04/2026
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

صفحات: 29، قیمت: 25 روپے

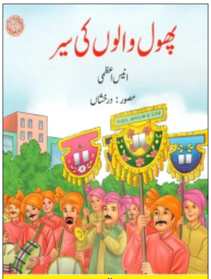

صفحات: 33، قیمت: 40 روپے

صفحات: 32، قیمت: 40 روپے

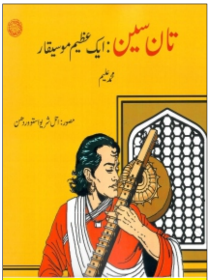

صفحات: 20، قیمت: 30 روپے

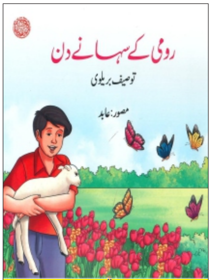

صفحات: 17، قیمت: 25 روپے

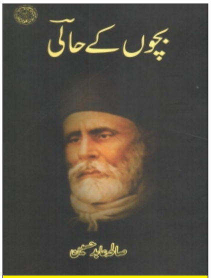

صفحات: 43، قیمت: 20 روپے

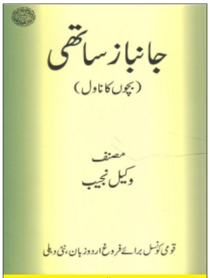

صفحات: 200، قیمت: 50 روپے

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at Makoff Printers, B - 127, Sector 65, Noida, U.P
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.